بسم اللہ الرحمن الرحیم

سراب آزادی

یا

غلامی کی پرفریب زنجیریں جنہیں اتار پھینکنا پاکستانی عوام کا حق ہے

تالیف

سید محمد حسین زیدی برستی

نزد مین ڈاکخانہ لاہوری گیٹ چنیوٹ

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت حقائق الاسلام

نام کتاب: سراب آزادی یا غلام کی پرفریب زنجیریں
جنہیں اتار پھینکنا پاکستانی عوام کا حق ہے

نام مؤلف: سید محمد حسین زیدی برستی

رابطہ نمبر: 047-6334466 Cell:0321-7917681

ناشر ادارہ نشر واشاعت حقائق الاسلام چنیوٹ

کمپوزنگ **الرحمن** کمپیوٹر کمپوزنگ سنٹر چنیوٹ (0333-9794804)

تعداد ایک ہزار

مطبع معراج دین پرنٹنگ پریس لاہور

طبع اول 2009

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
52	تقسیم ہند کا منصوبہ	30
53	شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کا حال	31
54	پاکستان بنانے کی سزا	32
56	آئین میں ترمیم کی ضرورت	33
57	قانون شریعت کے نفاذ کی ذمہ داری	34
58	قانون شریعت کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ	35
59	اکثریت حق کی دلیل نہیں ہے۔	36
63	اکثر دینی جماعتوں کی آج تک کی کارکردگی	37
65	اسلام کی توہین اور دین کی تذلیل کا مداوا	38
67	دینی جماعتوں کا غیر اصولی اتحاد	39
69	اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ہیئت ترکیبی	40
71	انتظامیہ مبحث اول صدر مملکت	40
72	کونسلیں	42
73	عدلیہ	43
73	ایک با اختیار سپریم اسلامی نگران کونسل کا قیام	44

خدانے ساری کائنات انسان کے لئے بنائی ہے

اس وقت جب کہ نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ چاند تھا نہ سورج تھا نہ ستارے تھے غرضیکہ کوئی چیز نہ تھی ہرطرف پانی ہی پانی تھا۔اس وقت اس کے علم ازلی میں یہ تھا کہ وہ ایک احسن مخلوق پیدا کرے گا جو حریت وآزادی کی مالک ہوگی ۔ جوصاحب ارادہ واختیار ہوگی جو صاحب عقل وشعور ہوگی ۔ جو اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اچھے اچھے عمل کا اظہار کرے گی ۔اس احسن مخلوق کا نام اس کے علم ازلی میں انسان تھا اور جس کا پیدا کرنا صرف اور صرف اسی کے علم ازلی میں تھا اور عالم وجود میں اس کا کوئی ذکر نہ تھا۔خداوندتعالیٰ نے اس مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اس کے راحت وآرام کی خاطر اور اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ساری کائنات کو پیدا کیا۔جیسا کہ اس نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ:

''اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا (اس سے پہلے)اس کا عرش (اقتدار) پانی کے اوپر تھا۔تا کہ وہ تم (تمام انسانوں) کو آزمائے کہ تم میں سے کون سب سے اچھا عمل کرنے والا ہے''۔ (سورہ ھود آیت نمبر۔7)

ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

''اے انسان زمین میں جو کچھ بھی ہے یہ سب کا سب میں نے تیرے ہی لئے خلق کیا ہے''۔ (سورۃ البقرہ آیت۔29)

خدا کی نعمتیں سب انسانوں کے لئے مساوی ہیں

خداوندتعالیٰ نے تمام انسانوں کو بلاامتیاز اپنی نعمتوں کا حقدار بنایا ہے اور خدا کی نظر میں ہر انسان خدا کی ان نعمتوں سے مساوی طور پر فائدہ اٹھانے کا حق رکھتا ہے جیسا کہ وہ خود انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ خدا نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اس سب کو تمہارا مطیع کر دیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور چھپی ہوئی نعمتیں پوری کر دی ہیں''

(سورۃ لقمان آیت ۔20)

ایک اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے کہ:

''اللہ وہی تو ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ۔ اور آسمان سے پانی برسایا پھر اسی کے ذریعہ سے تم کو روزی دینے کے لئے پھل پیدا کئے اور کشتیوں اور جہازوں کو تمہارا تابع کر دیا کہ اس کے حکم سے سمندر میں چلتے ہیں ۔ اور دریاؤں ندی نالوں کو تمہارے اختیار میں دے دیا ۔ اور سورج اور چاند دائمی چلنے والوں کو تمہارے کام میں لگا دیا ۔ اور رات اور دن کو تمہارے لئے معین کر دیا اور جو کچھ تم نے اس سے مانگا سبھی میں اس نے تمہیں دے دیا ۔ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو اس کا شمار اور احاطہ نہ کر سکو گے ۔ (سورہ ابراہیم آیت ۔32)

اور سورہ ابراہیم ہی کی آیت نمبر 34 میں یہ کہا گیا ہے کہ:

''جو کچھ تم نے اس سے مانگا سبھی میں سے اس نے تم کو دیا''۔

مفسرین اسلام نے (ما سالتموہ) ''جو کچھ تم نے اس سے مانگا'' کا مطلب زبان سے مانگنا مراد نہیں لیا ہے ۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے انسان کو اس کی ہر ضرورت کا سامان مہیا فرمایا ہے اور اس کی نعمتوں کا شمار نہیں ہو سکتا ۔

اور سورۃ الحجر میں یوں ارشاد فرمایا ہے کہ:

''اور ہم نے اس زمین میں تمہاری زندگی بسر کرنے اور تمہاری معاش کے لئے بھی سامان مہیاء کر دیئے ہیں اور ان کے لئے بھی جن کو تم روزی دینے والے نہیں ہو''۔ سورۃ الحجرات آیت 20

اور سورۃ حم السجدہ میں یوں ارشاد فرماتا ہے کہ:

''اور اسی نے اس زمین میں بڑے بڑے بوجھل پہاڑ اوپر کی طرف سے قائم کئے ہیں اور اسی نے اس زمین میں برکت رکھی ہے اور اسی نے اس میں چار دن کے عرصہ میں ان کی اقوات یعنی غذاؤں کا سامان اندازہ سے مقرر کر دیا ہے جس میں سب ضرورت

مند برابر کے حقدار ہیں"   (سورۃ حم السجدہ آیت 10)

خدا نے ہر انسان کو آزاد پیدا کیا ہے

خداوند تعالیٰ نے ہر انسان کو آزاد خلق فرمایا ہے یعنی کسی بھی انسان کو کسی دوسرے انسان کا غلام یا محکوم نہیں بنایا۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ:

" لا تکن عبداً لغیرک و خلقک اللہ حراً "

(ماہانہ توحید رجب 1404 ص 144)

"یعنی اے انسان تو کسی بھی آدمی کا محکوم یا غلام نہ بن کیونکہ خداوند تعالیٰ نے تجھے آزاد خلق فرمایا ہے"۔

امیر المومنین علیہ السلام کے نزدیک انسان کی عزت اسی میں ہے کہ وہ اپنے ہی جیسے کسی دوسرے انسان کا محکوم نہ بنے جیسا کہ آپ نے فرمایا:

" کفیٰ لی عزاً ان تکون لی رباً

و کفیٰ لی فخراً ان اکون لک عبداً"   (نہج البلاغہ)

"یعنی میرے لئے عزت کی یہی بات کافی ہے کہ تو میرا رب ہے اور تو ہی میرا حاکم و فرمانروا ہے اور میرے لئے فخر کی یہی بات کافی ہے کہ میں صرف تیرا بندہ و غلام ہوں اور تیرے سوا اور کسی کا بندہ اور غلام نہیں ہوں۔ کیونکہ خدا کے سوا اور کسی کی بھی بندگی اور غلامی سے بڑھ کر اور کوئی ذلت و رسوائی کی بات نہیں ہے"۔

علامہ اقبال نے اپنے ایک شعر میں اس حقیقت کو اس طرح سے بیان کیا ہے:

"ما سوی اللہ را مسلمان بندہ نیست

پیش فرعونے سرش افگندہ نیست"

یعنی اللہ کے سوا مسلمان اور کسی بھی انسان کی غلامی اور محکومی قبول نہیں کر سکتا اور وہ کسی بھی فرعون کے سامنے اپنا سر نہیں جھکا سکتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ہر انسان کو حریت و آزادی کے ساتھ ارادہ

اختیار کا مالک بنا کر پیدا کیا ہے اور اس نے کسی بھی انسان کو کسی دوسرے انسان کا محکوم اور غلام نہیں بنایا اور نہ ہی کسی انسان کو کسی دوسرے انسان پر حاکم بنایا ہے اور نہ ہی کسی انسان کو غلبہ و تسلط یا کسی دوسرے طریقہ سے دوسرے انسانوں پر حکومت کرنے کا اختیار دیا ہے اور اس اسلامی عقیدہ کا کہ:

اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے (الانعام)

یہی مطلب ہے جیسا کہ مولانا مودودی صاحب نے اپنی کتاب **خلافت وملوکیت** میں تحریر فرمایا ہے۔

''اس ساری کائنات میں حاکمیت ایک اللہ کے سوا کسی اور کی نہ ہو سکتی اور نہ کسی کا یہ حق ہے کہ حاکمیت میں اسکا کوئی حصہ ہو''۔ (خلافت وملوکیت ص 17)

خدا کی حکومت کیسے ہوتی ہے

ہم نے اس موضوع پر اپنی کتاب ''حکومت الٰہیہ اور دنیاوی حکومتیں'' میں تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے لیکن موضوع کی مناسبت سے اس مقام پر بھی مختصر طور پر لکھا جاتا ہے کہ خدا نہ تو کسی کو دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی کسی کے پاس چل کر آتا ہے۔

لہذا وہ اپنا حکم لوگوں تک پہنچانے کے لئے انسانوں میں سے ہی اپنا نمائندہ مقرر کر دیتا ہے جو اس کے مصطفٰی و مجتبٰی بندے ہوتے ہیں جنہیں وہ خلقی طور پر پاک و پاکیزہ اور معصوم پیدا کرتا ہے اور انہیں بذریعہ وحی اپنے احکام پہنچاتا ہے تا کہ وہ لوگوں تک اس کا حکم پہنچا دیں۔ اس خدائی نمائندہ کا نام اصطلاحی طور پر ''رسول'' ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔

''اور ہم نے کسی بھی رسول کو نہیں بھیجا مگر صرف اس لئے کہ خدا کے حکم کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے'' (سورۃ النساء آیت۔64)

اور اسی سورۃ کی ایک دوسری آیت میں واضح طور پر یہ بتلاتا ہے کہ رسول کا حکم میرا حکم ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

''جو کوئی بھی رسول کی اطاعت کرے گا اس نے یقیناً خدا ہی کی اطاعت کی اور جو

رسول کے حکم سے انحراف کرے گا تو ہم نے ان کو ان کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا"

(سورۃ النساء آیت۔80)

ان مذکورہ آیات سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں کی اطاعت ہی خدا کی حکومت کو تسلیم کرنا ہے۔مگر انسانوں کی اکثریت نے کسی بھی رسول کی اطاعت نہیں کی اور نہ ہی خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں میں سے سوائے چند کے کسی کو دنیاوی غلبہ اور اقتدار حاصل ہوا اور بعض طاقتور انسان ہی کمزور انسانوں کو مغلوب کر کے اپنی حکومت کا سکہ چلاتے رہے اور اسی طرح انہوں نے بنی نوع انسان کو اپنا غلام اور محکوم بنائے رکھا۔

انسان کی غلامی کی ابتدا

اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر انسان کو آباد کر کے سب سے پہلے اپنے نمائندہ کی حیثیت سے جس کی اطاعت کا حکم دیا اور جس کی اطاعت میں فرشتوں اور جنوں کو جھکا دیا وہ آدم علیہ السلام تھے اور اللہ کی طرف سے اس کے واجب الاطاعت نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اطاعت سے جس نے سب سے پہلے انحراف کیا وہ ابلیس تھا۔ابلیس نے نہ صرف آدم کی اطاعت کے سلسلہ میں اللہ کے حکم سے انحراف کیا بلکہ اس نے آدم کی اولاد کو گمراہ کرنے کا برملا اعلان کیا اور یہ کہہ دیا کہ:

"اے پروردگار جس کی وجہ سے تو نے مجھے راندہ کیا ہے میں بھی ضرور ان کی نظروں میں تیری نافرمانی کو دنیا میں زینت دے دوں گا اور تیرے خالص بندوں کے سوا سب کو گمراہ کر دوں گا۔ (سورۃ الحجرات۔40)

اور ابلیس کا یہ دعویٰ صرف دعویٰ ہی نہیں تھا بلکہ خداوند تعالیٰ اس بات کی تصدیق کر رہا ہے کہ ابلیس نے جو کچھ کہا تھا وہ اس نے سچ کر دکھایا جیسا کہ ارشاد ہوا ہے کہ:

"اور ابلیس نے اپنے گمان کو سچ کر دکھایا کیونکہ مومنین میں سے بھی تھوڑے لوگوں کے سوا سارے ہی اس کے پیرو ہو گئے اور اس کی اطاعت کرنے لگے"۔

(پارہ22رول8سورۃالسبا)

چنانچہ یہ بات سب کے سامنے ہے کہ فرستادگان خداوندی اور نمائندگان الٰہی جن کی اطاعت کوخدا نے اپنی اطاعت کہا تھااور جن کے حکم کواپنا حکم قرار دیا تھا۔اولا دآدم کی اکثریت ان کے خلاف اور ان سے منحرف ہی رہی اور زمین پر غلبہ وتسلط اور دوسرے طریقوں سے برسر اقتدار آنے والوں کی ہی اطاعت کرتی رہی جنہیں خدا نے اپنے کلام پاک میں جبار عنید کہا ہے۔

جب ہم قرآن کریم کا مطالبہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس نے اس سلسلے میں اولادآدم میں سب سے پہلے جسے گمراہ کیا وہ قابیل تھا۔جس نے ابلیس کے اغواء سے ہابیل کو جو قابیل کا بھائی تھا اور جسے آدم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے اپنا جانشین ووصی بنایا تھا قتل کردیا۔

یہاں پر اس بات کی وضاحت کردینا بھی ضروری ہے کہ ہابیل کے قتل کے سلسلہ میں بہن بھائی کی شادی کا جو افسانہ بیان کیا جاتا ہے وہ یہودیوں کی من گھڑت داستان ہے ۔صحیح اسلامی روایات میں ہابیل کے قتل کی اصل وجہ یہی بیان ہوئی ہے کہ آدم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے ہابیل کواپنا جانشین بنادیا تھا۔جبکہ قابیل اس منصب کی خواہش رکھتا تھااور وہ اس عہدہ کا خواہش مند تھا۔اگر کوئی شخص سورہ المائدہ میں آیت نمبر 27 تا32اور سورہ آل عمران کی آیت نمبر 181 سے آیت نمبر 184 تک غور کرے تو اسے بخوبی معلوم ہوجائے گا کہ اصل معاملہ آدم علیہ السلام کی جانشینی کا تھا۔جسے قابیل برداشت نہ کرسکا اور اقتدار کی ہوس اور اقتدار کی خواہش نے اسے اندھا کردیا اور اس نے ابلیس کے بہکانے میں آکر ہوس اقتدار میں اپنے ہی بھائی کو قتل کردیا ۔اس کے بعد ابلیس کے اغوا سے ہر طاقتور کمزوروں کو مغلوب کرتا رہا اور انہیں اپنا غلام اور محکوم بنا کر ان پر اپنا حکم چلاتا رہا۔اور کمزوروں نے (جنہیں خدا نے قرآن میں مستضعفین کہا ہے)غلبہ وتسلط سے برسر اقتدار آنے والوں کو(جن کوخدا نے قرآن میں مستکبرین اور جبار عنید کہا ہے)غلامی اور محکومی کا

طوق گلے میں ڈال کران کی اطاعت وپیروی شروع کردی۔اورانہوں نے بھی خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں کی اطاعت سے منہ موڑلیا۔

اگرچہ ابتدائی دور میں انسان صرف اپنی جسمانی طاقت سے انفرادی طور پر لوگوں کو مغلوب کرکے انہیں اپنا غلام اور محکوم بنایا کرتا تھا مگر بعد میں اپنی جمیعت اورافرادی قوت بڑھا کر بڑے بڑے علاقوں پر قبضہ کرنے اور وہاں لوگوں کو مغلوب کرکے انہیں اپنا غلام اور محکوم بنانے کے لیے چڑھائی کرتا رہا۔اس طرح خدا کی زمین ان لوگوں کے قبضہ کے مطابق ملکوں میں تقسیم ہوتی گئی۔گویا خدا کی زمین کی یہ ملکی تقسیم غلبہ وتسلط کی علامت بن گئی۔ اوراس طرح سے طاقت پکڑنے والے لوگ بڑے بڑے علاقوں پر قبضہ کرکے اور بہت سے لوگوں کو مغلوب کرکے بادشاہوں اورشہنشاہ کے لقب سے حکومت کرتے رہے اور خدا کی یہ وسیع وعریض زمین جو بلا امتیاز تمام انسانوں کے لئے تھی اور جس پر تمام لوگ بلا روک ٹوک چل پھر سکتے تھے۔چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تقسیم ہوگئی۔

اسلام سے پہلے یہ غالب آنے والے حکمران اوربادشاہ زمین کے مختلف حصوں میں فرعون ونمرود اورقیصر وکسریٰ اورشداد وشدید وغیرہ کے لقب کے ساتھ مدتوں انسانوں کو اپنا غلام اورمحکوم بنا کر نہ صرف ان پر حکومت کرتے رہے بلکہ رعایا سے خود کو خدا اور رب کہلواتے رہے۔اور رعایا بھی ان کو خدا اور رب مان کوان کی نہ صرف اطاعت کرتی رہی بلکہ ان کی عبادت وپرستش تک کرتی رہی یہ اسلام سے پہلے کا حال ہے۔

لیکن اسلام کے ظہور کے بعد، اسلام نے نئے سرے سے انسانوں کو حریت و آزادی سے روشناس کرایا۔مگر ابھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کفن بھی میلا نہ ہوا تھا کہ مسلمان بھی بادشاہت کے زیر تسلط چلے گئے اور تقریباً تیرہ سو سال تک بنی امیہ۔بنی عباس اور دوسرے بہت سے خاندانوں کے بادشاہوں نے لوگوں کو اپنا غلام اور محکوم بنائے رکھا اور وہ بھی انسانوں پر اپنے غلبہ اور تسلط کے ذریعہ حکومت کرتے رہے۔جس میں بظاہر تو دوسری اقوام محکوم اورغلام تھیں۔لیکن حقیقت میں مسلمان رعایا بھی ان کی محکوم اورغلام ہی تھی

البتہ اسلام کے پہلے غلبہ و تسلط سے برسر اقتدار آنے والے بادشاہ فرعون و نمرود کا لقب اختیار کرتے تھے یا قیصر و کسریٰ کہلاتے تھے اور فرعون و نمرود خود کو خدا اور رب منوا کر اپنی اطاعت و پیروی اور عبادت و پرستش کراتے تھے لیکن مسلمان بادشاہ جو خلیفہ کے لقب کے ساتھ سریر آرائے سلطنت ہوئے تھے وہ خود کو ظل اللہ اور ظل سبحانی منوا کر اپنی اطاعت و پیروی کے ساتھ رعایا سے اپنی کورنش کراتے تھے جو سجدہ کی حد تک پہنچ جاتی تھی ۔ خلافت کے موضوع پر ہماری کتابیں ''خلافت قرآن کی نظر میں'' ۔ ''امامت قرآن کی نظر میں'' اور ''انسانوں کی حیثیت اور خلافت کی کہانی'' کا مطالعہ فرمایا جائے ۔

بہر حال اٹھارہویں صدی عیسوی میں مسلمان بادشاہوں کا عروج زوال پذیر ہونے لگا تو استعمار غرب نے تقریباً ساری دنیا پر تسلط جمالیا ۔ اور استعمار غرب نے جو ساری دنیا پر اپنے غلبہ اور تسلط کی وجہ سے حکومت کرتا تھا ہندوستان پر بھی غلبہ و تسلط کے ساتھ ساتھ مکر و فریب اور چالاکی اور عیاری سے قابض ہو گیا ۔

ہندو پاکستان کے باشندوں کی غلامی کی داستان

حضرت مسیح سے ہزاروں سال پہلے اس سرزمین پر جو آج بھارت اور پاکستان کہلاتے ہیں ''کول'' اور ''دراوڑ'' اقوام آباد تھیں ۔ 1700 قبل مسیح میں آریائی اقوام وسط ایشیاء سے ہندوستان پر حملہ آور ہوئیں اور انہوں نے یہاں کے قدیمی باشندوں کو اپنا محکوم اور غلام بنالیا ۔ اور کئی ہزار سال تک یہاں پر حکومت کرتی رہیں راجہ ہرش ہندو آریاؤں کا آخری طاقتور اور مضبوط حکمران تھا ۔ لیکن اس کے بعد یہ خطہ زمین طوائف الملوکی کا شکار ہو گیا اور ہندوستان میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں معرض وجود میں آگئیں جو چھوٹے چھوٹے علاقوں میں غلبہ و تسلط جمانے والے لوگوں کی ریاستیں بن گئیں ۔ یہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں مسلمان حملہ آوروں کے لئے تر نوالہ ثابت ہوئیں اور 711 سے 1857ء تک تقریباً گیارہ سو سال تک یہ خطہ زمین ان مسلمان بادشاہوں کے زیر تسلط رہا اور یہاں کے باشندے مختلف خاندانوں کے مسلمان بادشاہوں کے محکوم رہے ۔

مغلیہ سلطنت کے دور میں انگریزوں نے ہندوستان میں اپنی تجارتی کوٹھیاں بنائیں۔ پھر وہ رفتہ رفتہ سیاست میں دخل دینے لگے اور جب سلطنت مغلیہ کمزور ہوئی اور ہندوستان میں پھر چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے جنم لیا۔ تو انگریزوں نے اپنی روایتی مکاری و عیاری، چالاکی اور فریب کاری کے ساتھ اپنی طاقت وقوت کو کام میں لاتے ہوئے سارے ہندوستان پر قبضہ کرلیا گیا۔ اور مسلمان اور ہندو دونوں ہی انگریزوں کے غلام اور محکوم بن گئے جو سال 1947 تک ان کے محکوم رہے۔

انگریزوں سے نجات یا آزادی کی جنگ

سن 1857ء میں انگریزوں سے نجات اور آزادی حاصل کرنے کے لئے ہندوؤں اور مسلمانوں نے مل کر متحدہ طور پر جنگ آزادی شروع کردی۔ لیکن شکست سے دو چار ہوئے۔ انگریزوں نے اس جنگ آزادی کو بغاوت کا نام دیا اور آج بھی ساری دنیا میں یہی دستور جاری ہے کہ جب بھی مغلوب اور محکوم قومیں اپنی آزادی کے لئے جدوجہد کرتی ہیں تو انہیں باغی ہی کہا جاتا ہے۔ شاید اہل پاکستان، فلسطین، لبنان، صحارا، چیچنیا، تری پورہ، میزورام، منی پورہ، یا ناگالینڈ کے باشندوں کی جدوجہد آزادی اور ان کو باغی کہنے کے حالات سے واقف اور باخبر نہ ہوں۔ لیکن کشمیر میں کیا ہورہا ہے۔ اس سے تو شاید کوئی بھی پاکستانی ناواقف نہ ہوگا۔ بہر حال جہاں بھی غلامی ومحکومی سے نجات کے لئے وہاں کے محکوم و مظلوم عوام اور آزادی کی خواہش رکھنے والے لوگ اپنا حق نہ ملنے پر یا مطالبات پورا نہ ہونے پر اپنی آزادی اور حق کے لئے جدوجہد کرتے ہیں تو ہر ملک کا حکمران طبقہ اپنی آزادی اور حق کے حصول کی جدوجہد کرنے والوں کو باغی قرار دیتا ہے۔ لیکن ان کو آزاد رہنے کا حق دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اور اپنی حکومت کو ایک الٰہی حق سمجھتا ہے۔

چنانچہ انگریزوں نے بھی ہندوستان کے باشندوں کی جنگ آزادی کو بغاوت کا نام دیا اور انہوں نے ان آزادی کی جنگ لڑنے والوں کو شکست دینے اور ہندوستان پر پوری طرح اپنی گرفت مضبوط کرلینے کے بعد باغیوں پر مقدمے چلانا شروع کردیئے اور

تقسیم کرو اور حکومت کرو کے اصول کے تحت انہوں نے بغاوت کا قصوروار صرف مسلمانوں کو ٹھہرایا اور مسلمانوں کو سخت سے سخت سزائیں دینا شروع کر دیں اور ہندوؤں کی مسلمانوں کے ساتھ شرکت کو مسلمانوں کا محکوم ہونے کی حیثیت سے مجبوری کا بہانہ بنا کر چھوڑ دیا۔

ہندو غلبہ کی جدوجہد کا آغاز

ہندوؤں نے جب انگریزوں کو اپنے اوپر مہربان دیکھا تو انہوں نے بھی ان کا ساتھ دینا شروع کر دیا انہیں بھی ایک ہزار سالہ مسلمانوں کی محکومی کانٹے کی طرح کھٹکنے لگی۔ اور انہوں نے مسلمانوں سے ان کی ہزار سالہ محکومی کا بدلہ لینے کی ٹھان لی اور ہندو قوم اندر ہی اندر مسلمانوں کی تہذیب، ثقافت، مذہب، معاشرت، زبان و معاش کو تباہ کرنے کے درپے ہوگئی۔ چنانچہ انہوں نے کھل کر ہندو غلبہ کی جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ اور یہیں سے ہمیں پاکستان کے قیام کی اصل وجہ معلوم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

ہندوستان میں پہلی مجلس قانون ساز کا قیام

سن 1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد اگر چہ اختیارات کی باگ ڈور کامل طور سے تاج برطانیہ کو منتقل ہوگئی۔ لیکن سن 1857 کا انقلاب جسے انگریز بغاوت کا نام دیتے ہیں انگریز کو یہ احساس دلانے کا موجب بنا کہ اگر ہندوستان کے لوگوں کو کچھ حقوق و مراعات نہ دی گئیں تو حکومت برطانیہ کا اقتدار کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ سن 1861ء میں نیابتی طرز حکومت کی بنیاد لیجسلیٹو کونسل کے ذریعہ پڑی اور اس میں مقامی باشندوں کو بھی نامزد کیا جانے لگا۔

مسلمانوں کو مستقبل کی فکر

اگر چہ مسلمانان ہند کو اسی وقت سے اپنے مستقبل کے بارے میں کچھ کچھ احساس ہو گیا تھا۔ جب سن 1867ء میں اردو کی جگہ ہندی کو سرکاری زبان بنوانے کی جدوجہد شروع کی۔ لیکن تقسیم بنگال کے خلاف تحریک مسجد کانپور کا حادثہ۔ شدھی اور سنگھٹن کی تحریکوں

نے مسلمانوں میں اپنے مذہب ورسم ورواج عبادات، نظم واجتماع ،ضمیر کی آزادی، ثقافت و تعلیم ۔ اپنے موافق قوانین ۔ اپنے فلاحی اداروں کے تحفظ کی ضمانت اور دیگر حقوق کے حصول کا اچھی طرح سے احساس پیدا کردیا اور انہوں نے اچھی طرح سے اندازہ لگالیا کہ انگریز کے جانے کے بعد مغرب کے جمہوری نظام کے ماتحت ۔ جسے انگریز اپنی موجودگی میں رواج دے چکا تھا۔ اور جس میں ایک معمولی سی ظاہری اکثریت بھی حاکم بن جاتی ہے اور اپنی من مانی کرتی ہے اور ایک بہت بڑی اقلیت بھی محکوم اور بے بس ہوجاتی ہے لہذ آزادی کا مطلب ہندوؤں کی محکومی اور غلامی کے سوا کچھ نہ ہوگا ۔ لہذ اس احساس کے ماتحت 30 دسمبر 1906 کو ہندوستان کے تمام مسلم اکابرین جمع ہوئے اور نواب وقار الملک کی صدارت میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیا درکھی گئی اس اجتماع میں نواب وقار الملک نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا:

''برصغیر کے مسلمان جو کل آبادی کا ایک چوتھائی ہیں سوچتے ہیں کہ برطانوی حکومت ختم ہونے کے بعد سیاسی صورت کیا ہوگی ۔ ہندو اکثریت میں ہیں وہ حاکم بن جائیں گے اور اورنگزیب عالمگیر کا انتقام برسوں بعد لینا چاہیں گے ۔ کانگریس مسلسل جارحانہ رویہ اپنائے ہوئے ہیں اس لیے ہم کو حق وانصاف کے لئے منظم ہونا ہوگا''۔

نواب صاحب کی تقریر کے بعد مسلم لیگ کے قیام کی قرارداد منظور ہوئی ۔

(تخلیق پاکستان از فاروق ملک ص 194)

میثاق لکھنو

مسٹر محمد علی جناح بیک وقت مسلم لیگ اور کانگریس دونوں جماعتوں کے رکن تھے اس لئے انہوں نے دونوں جماعتوں کے پلیٹ فارم سے ہندو مسلم اتحاد کی بات چیت شروع کی نومبر 1916 میں کانگریس اور مسلم لیگ کی کمیٹیوں کا مشترکہ اجلاس ہوا ۔ جس میں ایک مشترکہ سکیم مرتب کی گئی دونوں جماعتوں کی کمیٹیوں نے جو مشترکہ سکیم مرتب کی تھی اس کی توثیق کے لئے مسلم لیگ اور کانگریس کے اجلاسوں میں پیش کرنے کا فیصلہ ہوا ۔ دسمبر

1916ء میں مسلم لیگ کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں محمد علی جناح نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:

''کسی بھی اقلیت کو اپنے سیاسی حقوق اور مفادات کے تحفظ کا مکمل حق پہنچتا ہے۔ لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اقلیت اپنے سیاسی وجود کو برقرار رکھ سکے''۔

آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈیا نیشنل کانگریس دونوں نے کمیٹیوں کی مرتب شدہ سکیم کی توثیق کر دی جسے میثاق لکھنؤ کا یا لکھنؤ پیکٹ کا نام دیا گیا۔ اس معاہدہ میں جن امور کو منظور کیا گیا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مسلمانوں کو صوبائی کونسلوں میں جداگانہ انتخاب کے ذریعہ مختلف صوبوں میں اس تناسب سے نمائندگی حاصل ہوگی مدراس 15 فیصد، بنگال 25 فیصد، پنجاب 50 فیصد، سی پی 15 فیصد، بمبئی 3ء1 فیصد، متناسب نمائندگی ہوگی اس کے ساتھ ہی ایک شرط بھی عائد کی گئی کہ مسلمانوں کو اپنے مخصوص حلقوں کے علاوہ کسی اور حلقہ سے انتخاب لڑنے کا حق نہیں ہوگا۔

۲۔ مرکزی کونسل میں مسلمانوں کو 1/3 (تہائی) نمائندگی حاصل ہوگی۔

۳۔ کسی ایسے پرائیویٹ بل پر غور نہیں کیا جائیگا جسے اس خاص قوم کے رکن جس سے وہ مسودہ قانون متعلق ہوگا۔ 3/4 کی اکثریت سے مسترد کر دیں۔

۴۔ صوبوں میں مرکزی کنٹرول کم کر کے انہیں زیادہ خودمختاری دینے اور عدلیہ اور انتظامیہ کو الگ الگ کرنے کی سفارش کی گئی۔

ہندوستان کی آزادی کا مسئلہ اور مسلمان

میثاق لکھنؤ، تحریک خلافت تحریک ترک موالات اور سول نافرمانی میں ہندو مسلم اتحاد کا بھرپور مظاہرہ ہوا۔ دونوں قوموں (ہندو اور مسلمان) کے مثالی اتحاد سے یہ احساس ہونے لگا تھا کہ انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ لیکن تحریک خلافت کے مسئلہ میں گاندھی کے کردار نے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی جس سے یہ

مصنوعی اتحاد نہ صرف ختم ہو گیا بلکہ اس سے ہندوؤں کی عیاری بھی عیاں ہو گئی۔

ہندو تحریکیں اور فسادات

تحریک خلافت کے افسوسناک انجام کے بعد ہندو فرقہ پرست تنظیموں نے ملک بھر میں فسادات کی آگ بھڑکا دی۔ اور شدھی اور سنگھٹن کی تحریکوں نے مسلمانوں اور دیگر اہل وطن کو زبردستی ہندو بنانے کی مہم شروع کر دی۔

چنانچہ سنگھٹن تحریک کے بانی اس کی اہمیت اور ماہیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں:

''جس طرح انگلستان انگریزوں کا ہے فرانس فرانسیسیوں کا ہے۔ جرمنی جرمنوں کا ہے اسی طرح ہندوستان ہندوؤں کا ہے''۔ تحریک پاکستان مرتبہ محمد خلیل اللہ ص165

پس جواہر لعل نہرو نے متعصب ہندوؤں سے مغلوب ہو کر میثاق لکھنؤ کو یکطرفہ طور پر ختم کر کے مسلمانوں کے لئے نئی تجاویز پیش کیں۔

کلکتہ کنونشن 1928ء

نہرو رپورٹ کی جزئیات کی خبر پڑھ کر تمام مسلمان زعماء تڑپ اٹھے۔ اور سخت اختلاف ہو جانے کے باوجود، اس موضوع پر تمام مسلمان اکٹھے ہو گئے کیونکہ نہرو رپورٹ جو اب تک محض ایک تجویز تھی دسمبر 1928 کو آل پارٹیز کنونشن میں پیش ہونا تھی۔ کلکتہ کنونشن کا اجلاس 22 دسمبر 1928ء کو شروع ہو گیا۔ جس میں محمد علی جناح نے مسلم لیگ کی طرف سے تقریر کرتے ہوئے نہرو رپورٹ میں درج ذیل ترامیم پیش کیں۔

۱۔ مرکزی کونسل میں مسلمانوں کو مجموعی نشستوں کی ایک تہائی نشستیں دی جائیں۔
۲۔ پنجاب اور بنگال کی نشستیں آبادی کی بنیاد پر مخصوص کی جائیں۔
۳۔ آئین وفاقی حیثیت کا حامل ہو اور اختیارات مرکز کی جگہ صوبوں کو حاصل ہوں نیز مرکز اور صوبوں کے محکموں پر نظر ثانی کی جائے

۴۔ سندھ کو بمبئی سے الگ کیا جائے اور نہرو کی آئینی سکیم کے مطابق صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اصلاحات حکومت کے قیام پر منحصر نہ ہوں۔

کنونشن کی سب کمیٹی نے محمد علی جناح کی یہ سب تجاویز مسترد کر دیں۔ اس کے باوجود محمد علی جناح 26 دسمبر 1928ء کو کنونشن کے کھلے اجلاس میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر انہوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:

''مجھے افسوس ہے کہ نہرو کمیٹی نے اپنی سفارشات میں انتہائی تنگ نظری سے کام کیا۔ جس کی بناء پر ہندوستان کے مسلمان اپنے سیاسی مستقبل کے بارے میں پر اعتماد نہیں ہو سکتے۔ مجھے یقین ہے کہ جب تک ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی سمجھوتا نہیں ہوگا اس وقت تک ترقی کا خیال بھی دل میں لانا فضول ہے۔ اکثریت ظلم اور جبر کا رجحان رکھتی ہے لہذا مسلم اقلیت کے ساتھ انصاف ضروری ہے اور اس سے بھی زیادہ ضروری ہندوؤں اور مسلمانوں کا اتحاد ہے''۔

آل پارٹیز مسلم کانفرنس

کلکتہ کنونشن میں ہندوؤں کی بہانہ تراشیوں اور حیلہ سازیوں کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمان بددل ہو گئے۔ 31 دسمبر 1928 کو دلی میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس کانفرنس میں سر محمد شفیع نے ایک قرارداد پیش کی جس کے چند اقتباسات یہ ہیں:

ا۔ ہندوستان کی وسعت جغرافیائی، علاقائی اور لسانی امور کے پیش نظر ہندوستان کے لئے صرف وفاقی نظام میں ہی سودمند ہو سکتا ہے۔ جس میں تمام ریاستوں کو مکمل خود مختاری اور ماہیائی اختیارات حاصل ہوں۔ مرکزی حکومت کو صرف ایسے مشترکہ امور پر کنٹرول ہو جو اسے آئین کے تحت دیئے گئے ہیں۔ کوئی قرارداد، تحریک یا ترمیم جس کا تعلق فرقہ وارانہ معاملات سے ہو اس وقت تک مرکزی یا صوبائی اسمبلی میں پیش نہ کی جائے یا اس پر بحث نہ کی جائے یا اسے منظور نہ کیا جائے جب تک اس اسمبلی میں ہندوؤں یا مسلمانوں

کے ارکان کی تین چوتھائی اکثریت اس کے حق میں نہ ہو۔

۴۔ مختلف صوبائی اسمبلیوں کے لئے مسلمانوں کے نمائندوں کا انتخاب بہر حال جداگانہ ہونا ضروری ہے جو مسلمانوں کا حق ہے اب مسلمانوں کو ان کی مرضی کے بغیر اس حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

اپنے حقوق کے حصول کے لئے مختلف تجاویز کا مختصر حال

مسلم لیگ قائداعظم کی سربراہی میں ہندوستان کے مسلمانوں کے حقوق کی دعویدار بن کر ابھی اور کانگریس اور انگریزوں کے سامنے مختلف اوقات میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے مختلف تجاویز پیش کیں جو میثاق لکھنو 1916ء، دلی تجاویز 1927ء، کلکتہ کنونشن میں 1928 میں پیش کیں اور سب سے آخر میں 1929 میں قائد اعظم نے چودہ نکات پیش کئے ان میں تمام سابقہ تجاویز شامل تھیں قائداعظم کے ان چودہ نکات کی تفصیل حسب ذیل ہے جو مطالعہ پاکستان کی کتابوں میں درج ہیں۔

قائداعظم کے چودہ نکات

مارچ 1929ء کو دلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں یہ قرارداد پیش کی گئی۔

''مسلم لیگ نہایت دیانتدارانہ غور و خوض کے بعد اس امر پر اصرار کرتی ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے آئندہ کی ایسی کوئی سکیم اس وقت تک قابل قبول نہ ہوگی جب تک آئین میں مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں کو مسلمانوں کے حقوق و مفادات کے تحفظ کی خاطر شامل نہیں کیا جاتا ہے۔

۱۔ ہندوستان کا آئندہ آئین وفاقی حیثیت کا حامل ہو۔

۲۔ تمام صوبوں کو مساوی سطح پر خودمختاری حاصل ہو۔

۳۔ ملک کی تمام مجالس قانون ساز کو اس طرح تشکیل دیا جائے کہ ہر صوبہ میں اقلیت

کو مؤثر نمائندگی حاصل ہو اور کسی صوبے کی اکثریت کو اقلیت یا مساوی حیثیت میں تسلیم نہ کیا جائے۔

۴۔ مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کو ایک تہائی نمائندگی حاصل ہو۔

۵۔ ہر فرقے کو جداگانہ نمائندگی کا حق حاصل ہو۔

۶۔ صوبوں میں آئندہ کوئی سکیم عمل میں نہ لائی جائے جس کے نتیجہ میں صوبہ سرحد، پنجاب اور صوبہ بنگال میں مسلم اکثریت متاثر ہوں۔

۷۔ ہر قوم و ملت کو اپنے مذہب، رسم و رواج، عبادات، تنظیم، اجتماع اور ضمیر کی آزادی حاصل ہو۔

۸۔ مجالس قانون ساز کو کوئی ایسی تحریک یا تجویز منظور کرنے کا اختیار نہ ہو جسے کسی قوم کے تین چوتھائی ارکان اپنے قومی مفادات کے حق میں مضر سمجھیں۔

۹۔ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر کے غیر مشروط طور پر علیحدہ صوبہ بنایا جائے۔

۱۰۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں دوسرے صوبوں کی طرح اصطلاحات نافذ کی جائیں۔

۱۱۔ سرکاری ملازمتوں اور خود مختار اداروں میں مسلمانوں کو مناسب حصہ دیا جائے۔

۱۲۔ آئین میں مسلمانوں کی ثقافت، تعلیم، زبان، مذہب، قوانین اور ان کے فلاحی اداروں کے تحفظ کی ضمانت دی جائے۔

۱۳۔ کسی صوبہ میں ایسی وزارت تشکیل نہ دی جائے جس سے ایک تہائی وزیر مسلمان نہ ہوں۔

۱۴۔ ہندوستانی وفاق میں شامل ریاستوں کی مرضی کے بغیر مرکزی آئین میں کوئی تبدیلی نہ کرے۔

قائداعظم کے یہ چودہ نکات برصغیر کے مسلمانوں کے حقوق و مفادات کی مکمل ترجمانی کرتے ہیں۔

مذکورہ چودہ نکات کا ایک بنیادی نکتہ

ستمبر 1906 میں نواب وقار الملک کی زیر صدارت مسلم لیگ کا قیام ہو یا نومبر 1916 کا میثاق لکھنؤ ہو یا 22 دسمبر 1928 کا کلکتہ کنونشن ہو یا 31 دسمبر 1928ء کی آل پارٹیز مسلم کانفرنس کی قرار داد ہو یا ان سب قرار دادوں کا خلاصہ قائداعظم کے چودہ نکات ہوں۔ ان سب کا مرکزی نکتہ مسلمانوں کے حقوق کا حصول تھا۔ ان چودہ نکات میں سے چھ نکات کا تعلق براہ راست مسلمانوں کے حقوق سے تھا اور آٹھ نکات کا تعلق بالواسطہ طریقہ سے مسلمانوں کے حقوق کے حصول کے لئے تھا۔ وہ چھ نکات جن کا تعلق براہ راست مسلمانوں کے حقوق کے حصول کے لئے تھا وہ یہ ہیں:

۱۔ مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کو ایک تہائی نمائندگی حاصل ہو۔

۲۔ ہر فرقہ کو جداگانہ نمائندگی کا حق حاصل ہو۔

۳۔ ہر قوم و ملکت کو اپنے مذہب، رسم و رواج، عبادت، تنظیم، اجتماع اور ضمیر کی آزادی حاصل ہو۔

۴۔ مجالس قانون ساز کسی ایسی تحریک یا تجویز کو منظور کرنے کا اختیار نہ ہو جسے کسی قوم کے تین چوتھائی ارکان، اپنے قومی مفادات کے حق میں مضر قرار دیں۔

۵۔ سرکاری ملازمتوں اور خود مختار اداروں میں مسلمانوں کو مناسب حصہ دیا جائے۔

۶۔ آئین میں مسلمانوں کی ثقافت، تعلیم، زبان، مذہب، قوانین اور ان کے فلاحی اداروں کے تحفظ کی ضمانت دی جائے۔

یہ چھ نکات وہ ہیں جو براہ راست مسلمانوں کے حقوق کے حصول کے لئے طلب کئے گئے۔ لیکن دوسرے آٹھ نکات وہ ہیں جن کا براہ راست مسلمانوں کے مطالبات سے تعلق نہیں ہے۔ بلکہ صوبوں کی خود مختاری اور آزادی کے توسط سے بالواسطہ طریقہ سے مسلمانوں کا حق مانگا گیا تھا ورنہ فی نفسہ صوبوں کی آزادی اور خود مختاری کا کوئی مسئلہ نہیں تھا اگر فی نفسہ صوبوں کی آزادی اور خود مختاری سے مسلمانوں کے حقوق کے حصول میں کوئی مدد

نہ ملتی تو ہرگز صوبوں کی آزادی و خودمختاری کا مطالبہ نہ کیا جاتا کیونکہ یہ ایک فضول بات ہوتی۔

وہ آٹھ نکات یہ ہیں:

۱۔ ہندوستان کا آئندہ آئین وفاقی حیثیت کا حامل ہو۔

۲۔ تمام صوبوں کو مساوی سطح پر خودمختاری حاصل ہو۔

۳۔ ملک کی تمام مجالس قانون ساز کو اس طرح سے تشکیل دیا جائے کہ ہر صوبے میں اقلیت کو مناسب نمائندہ حاصل ہو اور کسی صوبے کی اکثریت کو قلیت یا مساوی حیثیت میں تسلیم نہ کیا جائے۔

۴۔ صوبوں میں آئندہ کوئی سکیم عمل میں نہ لائی جائے جس کے نتیجہ میں صوبہ سرحد، پنجاب اور صوبہ بنگال میں مسلم اکثریت متاثر ہو۔

۵۔ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر کے غیر مشروط طور پر علیحدہ صوبہ بنایا جائے۔

۶۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں دوسرے صوبوں کی طرح اصطلاحات نافذ کی جائیں۔

۷۔ کسی صوبہ میں ایسی وزرات تشکیل نہ دی جائے جس سے ایک تہائی وزیر مسلمان نہ ہوں۔

۸۔ ہندوستانی وفاق میں شامل ریاستوں کی مرضی کے بغیر مرکزی آئین میں کوئی تبدیلی نہ کرے۔

قائداعظم کے یہ چودہ نکات ہندوستان کے مسلمانوں کے حقوق کی مکمل ضمانت تھے۔

یہ سب نکات ہندوستان کے آئین کے لیے تھے پاکستان کے آئین کے لئے نہیں تھے۔ پہلے چھ نکات میں براہ راست مسلمانوں کے حقوق کا مطالبہ کیا گیا تھا اور دوسرے آٹھ نکات میں صوبوں کے توسط سے بالواسطہ طریقہ سے مسلمانوں کے حقوق مانگے گئے تھے اور صوبوں کی یہ گردان اس لئے تھی تاکہ اس طرح صوبوں میں مسلمانوں کو

سیاسی حقوق حاصل ہوسکیں اور وہ صوبوں میں اپنی حکومت بناسکیں ورنہ فی نفسہ صوبوں کی آزادی وخودمختاری سے کوئی غرض وغایت نہیں تھی ۔

قراردادلاہور بھی جسے بعد میں قرارداد پاکستان کا نام دے دیا گیا ہندوستان کی آئین سازی کے لئے تھی اس قرارداد کے یہ الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں ۔

''آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس نہایت غور وفکر کے بعد اس ملکت میں صرف اسی آئین کو قابل عمل وقابل قبول قرار دیتا ہے'' ۔الخ

اس قرارداد میں اس ملک سے مراد ہندوستان کا آئین ہے اس میں پاکستان کا نام نہیں ہے البتہ یہ قرارداد پاکستان بنانے کا راستہ ہموار کرنے والی قرارداد ہے ۔

ایک موقع پر مسٹر گاندھی نے قائداعظم سے کہا تھا کہ تم نے قراردادلاہور میں نہ تو پاکستان کا نام لیا اور نہ ہی دوقومی نظریہ کا کوئی ذکر کیا ۔

قائداعظم وفاقی پالیسی کے حامی تھے

تقسیم ہند کے ذمہ دار نہیں

''قائداعظم وفاقی پالیسی کے حامی تھے تقسیم ہند کے ذمہ دار نہیں'' (جسونت سنگھ)

ہندوستان کے سابق وزیر خارجہ اور بی جے پی کے رہنما نے مذکورہ عنوان کے تحت ذیلی عنوان میں اس طرح لکھا ہے کہ نہرو نے وفاقی پالیسی کی مخالفت کی تھی ۔ جناح نے پاکستان کی کال سیاسی چال کے طور پر دی تھی ۔

نئی دہلی ۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے رہنما جسونت سنگھ نے کہا ہے کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح تقسیم ہند کے ذمہ دار نہیں ۔جسونت سنگھ کی کتاب جناح ۔انڈیا پارٹیشن انڈیپنڈینس کی رونمائی کرنے کے حوالے سے ایک انٹرویو میں جسونگ سنگھ کا کہنا ہے کہ محمد علی جناح ایک وفاقی پالیسی کے حامی تھے اور گاندھی بھی اس سے اتفاق کرتے تھے لیکن پہلے بھارتی وزیراعظم جواہر لعل نہرو سنٹرل لائزر پالیسی چاہتا تھا اور اس نے جناح کی فیڈرل

پالیسی کومسترد کردیا تھا۔محمد علی جناح بھارت کی تقسیم تک فیڈرل انڈیا پر اصرار کر رہے تھے اور اپنی اس بات پر قائم تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر کانگریس عدم مرکزیت وفاق تک تسلیم کر لیتی تو ایک متحدہ بھارت کی تکمیل ہو جاتی۔نہرو کی سنٹر لائزر پالیسی کی وجہ سے مسئلہ بنا ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ انہوں کانگریس سے یا کبھی بھی ہندوؤں سے نفرت نہیں کی تھی ان کے حوالے سے یہ افواہ غلطی سے پھیلائی گئی تھی۔انہوں نے کہا کہ اُن کا کانگریس کے ساتھ کبھی کوئی بنیادی اختلاف نہیں تھا۔ جناح نے قیام پاکستان کی کال صرف سیاسی مذاکرات کے لیے چال کے طور پر دی تھی جبکہ ان کا مقصد نئے نظام میں مسلمانوں کے لیے ایک مقام حاصل کرنا تھا جہاں ہندوؤں کی اکثریت مسلمانوں پر اثر انداز نہ ہو سکے انہوں نے کہا کہ بھارت نے نہ صرف جناح کو سمجھنے میں غلطی کی بلکہ ان کی خداداد صلاحیتوں کا اعتراف نہ کیا اور یہی وجہ تھی کہ اس کے براہ راست نتائج تقسیم کے نکلے۔

اخبار آواز 17 اگست 2009

صفحہ 6 کالم نمبر 5,4

بھارت کے سابق وزیر خارجہ جسونت سنگھ کے بیان پر تبصرہ

بھارت کے سابق وزیر خارجہ جسونت سنگھ نے جن حقائق سے پردہ اٹھایا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبر 1: بھارتیہ جنتا پارٹی کے رہنما جسونت سنگھ نے کہا کہ بانی پاکستان ''قائداعظم محمد علی جناح تقسیم ہند کے ذمہ دار نہیں''۔جسونت سنگھ کا یہ بیان سو فیصد درست ہے جو شخص قائداعظم کے چودہ نکات کا مطالعہ کرے اسے معلوم ہو جائیگا کہ قائداعظم کے یہ چودہ نکات متحدہ ہندوستان میں رہتے ہوئے ہندوستان کے آئین کے لیے تھے اگر ان چودہ نکات کو تسلیم کر لیا جاتا تو ہرگز ہرگز ہندوستان کی تقسیم کی ضرورت نہ پڑتی۔لہذا انہوں نے بجا طور پر یہ کہا ہے کہ ان چودہ نکات کو تسلیم نہ کرنے کے براہ راست نتائج تقسیم کی صورت میں نکلے۔

نمبر 2: جسونت سنگھ کا کہنا ہے کہ محمد علی جناح ایک وفاقی پالیسی کے حامی تھے۔

یہ وفاقی پالیسی ہندوستان کے آئین کے لیے متحدہ ہندوستان میں رہنے کے لیے تھی تا کہ اس طرح مسلم اکثریتی صوبوں میں ان کو آزادی اور خود مختاری مل سکے۔

نمبر 3: انہوں نے کہا کہ بھارتی وزیر اعظم جواہر لعل نہرو سنٹرلائزر پالیسی کے چاہتا تھا اور اسی لئے جناح کی فیڈرل پالیسی کو مسترد کر دیا تھا۔

لیکن اب ساری دنیا اس حقیقت کو جانتی ہے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو نے متحدہ ہندوستان میں رہتے ہوئے صوبوں کی آزادی اور خود مختاری کو مسترد کر دیا اور اس کے مقابلہ میں پاکستان کا بننا اور ہندوستان کی تقسیم کو تسلیم کر لیا۔

نمبر 4: انہوں نے کہا کہ محمد علی جناح بھارت کی تقسیم تک فیڈرل انڈیا پر اصرار کر رہے تھے اور اپنی اس بات پر قائم تھے۔

محمد علی جناح کا یہ اصرار متحدہ ہندوستان میں رہتے ہوئے تھا پاکستان کیلئے نہیں وہ بھارت کی تقسیم تک اپنی اس بات پر قائم رہے کیونکہ فیڈرل انڈیا میں ہی مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کی حکومت بن جاتی۔

نمبر 5: انہوں نے کہا کہ اگر کانگریس عدم مرکزیت وفاق ملک تسلیم کر لیتی تو ایک متحدہ بھارت کی تکمیل ہو جاتی۔ نہرو کی سنٹرلائزر پالیسی کی وجہ سے مسئلہ بنا۔

یعنی قائداعظم کا ہندوستان میں رہتے ہوئے وفاقی حکومت کا مطالبہ اس لئے تھا تا کہ مسلمانوں کو ان کے حقوق حاصل ہو سکیں۔ جب ہندوستان تقسیم ہو گیا اور پاکستان بن گیا تو حقوق حاصل ہو گئے اب صوبوں کی علیحدہ سے حکومتیں کیسی؟۔

نمبر 6: انہوں نے کہا کہ ان کا مقصد نئے نظام میں مسلمانوں کے لئے ایک مقام حاصل کرنا تھا جہاں ہندوؤں کی اکثریت مسلمانوں پر اثر انداز نہ ہو سکے۔

اسے کہتے ہیں ''حق برزبان آمد'' حق بات زبان پر آ گئی۔ قائداعظم صوبوں کی آزادی اور خود مختاری اس لئے مانگ رہے تھے تا کہ نئے نظام میں مسلمانوں کے لئے ایک مقام حاصل کر سکیں اور جہاں ہندوؤں کی اکثریت مسلمانوں پر اثر انداز نہ

ہو سکے ۔جب پاکستان بن گیا تو یہاں تو ہندوؤں کے غلبہ کی کوئی بات نہیں ہے یہاں تو سب مسلمان ہیں لیکن پاکستان کے صوبوں کے عوام اس مقصد کو بھول گئے ہیں وہاں تو ہندوؤں کی اکثریت کے مسلم اقلیت پر غلبہ کی بات تھی کسی صوبے کے کسی دوسرے صوبے پر غلبہ کی بات نہیں تھی ۔ پاکستان میں صوبہ جاتی تقسیم استعمار کی یادگار ہے اگر پاکستان اسلام کے لئے اور مسلمانوں کے لیے بنا ہے تو یہاں پر اسلامی روایات کے مطابق وحدانی حکومت ہونی چاہیے اور صوبہ جاتی تقسیم سرے سے ختم ہونی چاہیے پاکستان کا ہر باشندہ پاکستانی ہے۔

بھارت کے سابق وزیر خارجہ جسونت سنگھ کی مخالفت کا بیان

جسونت سنگھ نے قائداعظم کی عظمت کا اعتراف کیا کیا ہندوستان میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور بی جے پی نے اپنے رہنما کو اور سابق وزیر خارجہ کو پارٹی سے نکال دیا مگر ہندوستان کی بعض پارٹیوں نے جسونت سنگھ کے بیان کو درست قرار دیا ہے لیکن پاکستان کے ایک پروفیسر فتح محمد صاحب نے جسونت سنگھ کے بیان پر تنقید کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ پاکستان کسی کی غلطی نہیں تاریخی صداقتوں کے باعث قائم ہوا۔جسونت سنگھ نے قیام پاکستان کو نہرو کی غلطی اور حادثاتی واقعہ قرار دینے کی کوشش کی۔

(پروفیسر فتح محمد)

انہوں نے کہا پاکستان برصغیر کے کسی ہندو یا مسلمان رہنما کی غلطی کے نتیجے میں معرض وجود میں نہیں آیا بلکہ دو قومی نظریہ کی بنیاد اس دن پڑ گئی تھی جس دن برصغیر پاک و ہند کی سرزمین میں پہلے مسلمان نے قدم رکھا اور یہاں کے باشندوں نے اسلام قبول کیا۔

پروفیسر فتح محمد صاحب شاہد تاریخ سے بے بہرہ ہیں ۔کیا قائداعظم کے چودہ نکات کو تسلیم کرنے کی صورت میں پاکستان بنتا ۔یقیناً پاکستان کسی مسلم لیگی رہنما کی غلطی کے نتیجہ میں نہیں بنا مسلم رہنما تو متحدہ ہندوستان میں رہنے کے لئے آخری دم تک کوشش کرتے رہے بشرطیکہ ہندوؤں سے نجات کی کوئی صورت ہو اور مسلمانوں کو ان کے حقوق

حاصل ہو جائیں لیکن پنڈت جواہر لعل نہرو کی غلطی کے نتیجہ میں بھارت تقسیم ہوا۔ لہذا جسونت سنگھ نے یہ بات بالکل درست لکھی ہے انہوں نے کسی مسلم رہنماء کی غلطی سے ہندوستان کی تقسیم کا دعوئی نہیں کیا بلکہ پنڈت جواہر لعل نہرو پہلے بھارتی وزیر اعظم کی غلطی کا نتیجہ ضرور کہا اور جو واقعاً ہے اور یہ بات جسونت سنگھ نے بالکل صحیح لکھی ہے پروفیسر فتح محمد صاحب بیشک تاریخ کے پروفیسر ہوں گے لیکن انہوں نے یہ بات آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ کر لکھی ہے۔

اخبار آواز کا خصوصی مضمون ''بھارتی جمہوریت کا اصل چہرہ''

مذکورہ عنوان کے تحت اخبار آواز نے اپنے خصوصی مضمون میں جسونت سنگھ کے بیان پر اس طرح تبصرہ کیا ہے:۔

''بھارتیہ جنتا پارٹی کے مرکزی رہنما لال کشن ایڈوانی تو پہلے ہی پاکستان کے بانی محمد علی جناح کو سیکولر قرار دے چکے تھے۔ اب اس جماعت کے ایک اور اہم رہنما جسونت سنگھ نے بھی گواہی دی ہے کہ جناح نہ صرف سیکولر تھے بلکہ تقسیم ہند کے ذمہ دار بھی وہ نہیں بلکہ پنڈت جواہر لعل نہرو جیسے کانگریسی لیڈر تھے''۔

نوٹ: قائداعظم کو صرف اس لیے سیکولر سمجھا گیا کہ وہ ہندوؤں سے کوئی نفرت نہیں کرتے تھے بلکہ ہندوؤں کے ساتھ متحدہ ہندوستان میں متحدہ طور پر مل جل کر رہنا چاہتے تھے لیکن ان کا اصل ہدف مسلمانوں کے حقوق کا حصول تھا اور نہ ہی صوبوں کی آزادی اور خودمختاری سے انہیں کوئی غرض تھی بلکہ اس طرح ان صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی مسلمانوں کی حکومت قائم ہو جاتی اور اس طرح مسلمانوں کے حقوق کے حصول کا مقصد پورا ہو جاتا۔

ہمارے یہاں اخبارات میں یہ بحث چلتی رہی ہے کہ قائداعظم کابینہ مشن پلان کی تجویز مان کر پاکستان کے مطالبہ سے دستبردار ہو گئے تھے۔ اخبار آواز نے اپنے اس آرٹیکل میں اس کی اصل حقیقت کو بھی کھول کر رکھ دیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:۔

''ہمارے کئی دانشور یہ کہتے ہیں کہ قائد اعظم کابینہ مشن پلان قبول کر کے پاکستان سے تائب ہو گئے تھے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے کابینہ مشن پلان اس خیال کے ساتھ قبول کیا تھا کہ وہ بالآخر پورا پنجاب اور پورا بنگال حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جسونت سنگھ نے اپنی کتاب میں پٹیل کا خاصا ذکر کیا ہے اور بقول وی پی مینسن ۔ پٹیل نے کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ میں 14 جون 1947 کو 3 جون کے فارمولے کی حمایت کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''اگر کانگریسی قیادت نے کابینہ مشن پلان قبول کرلیا ہوتا تو سارا ہندوستان پاکستان کی راہ پر چل پڑتا ۔شکر کرو انہوں نے 80/75 فیصد ہندوستان لے لیا۔ پٹیل ہندوستان کا اہم لیڈر اور ہندوستان کا نائب وزیر اعظم تھا۔ وہ کابینہ مشن پلان کی باریکیوں کو بہتر سمجھتا تھایا ہمارے نونہال دانشور''۔

نوٹ :3 جون کا منصوبہ تقسیم ہند کا منصوبہ تھا انہوں نے کابینہ مشن پلان کو قبول کر کے کانگریسی لیڈروں کے پاؤں تلے سے زمین نکال دی یعنی اس طرح پورا پنجاب متحدہ طور پر آزاد اور خود مختار ہوتا اور پورا بنگال متحدہ طور پر آزاد اور خود مختار ہوتا ۔لہذا کانگریس نے کابینہ مشن پلان کا منصوبہ مسترد کر دیا اور 3 جون کی تقسیم ہند کی تجویز کو قبول کر لیا۔ سیاست میں کیا کیا اتار چڑھاؤ آتے ہیں اس کا صحیح اندازہ قیام پاکستان سے اچھی طرح لگایا جا سکتا ہے کابینہ مشن پلان میں ہندوستان کے تمام صوبوں کی آزادی اور خود مختاری کی تجویز دی گئی تھی جسے مسترد کر دیا گیا اور کانگریس نے پنڈت جواہر لال نہرو اور ولبھ بھائی پٹیل نے 3 جون کے منصوبے کو تسلیم کر لیا اور پاکستان وجود میں آ گیا ۔لہذا اب یہ ہندوستان تقسیم ہو کر پاکستان بنا تھا یہ صوبوں کی آزادی کا پروانہ نہیں تھا جسے یہاں کے جاگیردار صوبوں کی آزادی کی دستاویز گردانتے لگے ہیں۔

اسلام کبھی بھی وفاقی حکومت کا قائل نہیں رہا۔

تاریخ کے کسی بھی طالب علم سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اسلام کبھی بھی وفاقی حکومت کا قائل نہیں رہا بلکہ اسلام شروع دن سے ہی وحدانی حکومت کا قائل

رہا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی اسلامی سٹیٹ کے سربراہ تھے وہی اور صرف وہی اسلامی مملکت کے حکمران تھے وہی کمانڈر انچیف تھے وہی سپہ سالار اعظم تھے وہی غزوات کے لئے لشکر ترتیب دیتے تھے وہی لشکروں کے علمدار مقرر کرتے وہی جس کو مناسب سمجھتے جہاں کا چاہتے اپنی طرف سے والی مقرر کرتے تھے اور اسلامی مملکت میں کوئی صوبہ جاتی تقسیم نہیں تھی لہذا اوفاق اور صوبائی خود مختاری کا کوئی سوال ہی نہیں تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد 1300 سال تک جتنی بھی حکومتیں بنیں وہ سب وحدانی طرز کی حکومتیں تھیں اسلامی مملکت میں کوئی صوبہ جاتی تقسیم نہیں تھی لہذا اوفاق اور صوبائی خود مختاری کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ سب باتیں ہندوستان میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے حقوق کے لئے تھیں۔

لیکن 3 جون 1947ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے جب اپنے منصوبے کا اعلان کیا تو اس میں برصغیر کی تقسیم کا اصول تسلیم کر لیا گیا اور چوہدری رحمت علی نے اس منقسم حصہ کا نام پاکستان رکھ دیا۔

لہذا یہ حصہ زمین پاکستان بنا تھا۔ یہاں کا ہر باشندہ پاکستانی ہے اور یہاں کے ہر باشندہ کی قومیت پاکستانی ہے۔ صوبوں کی باتیں صرف تقسیم سے پہلے مسلمانوں کے حقوق کے حصول کے لئے تھیں۔ ان باتوں کو تقسیم کے وقت تک نہ مانا گیا اور جب مسلمانوں کو ان کا حق پاکستان کی صورت میں مل گیا تو اب پرانے صوبوں کی پرانی قراردادوں کو کریدا جارہا ہے یہ پاکستان اور اہل پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ آئین پاکستان بنانے والے ان ہی صوبوں کے وڈیرے، جاگیردار اور نواب تھے لہذا انھوں نے وہ آئین بنایا جو فی الحقیقت پاکستان کا آئین نہیں کہلا سکتا۔ اس آئین میں انہوں نے انگریزوں کے بنائے ہوئے پرانے صوبوں کو برقرار رکھا اور اپنے خودغرضانہ مفادات کو ملحوظ نظر رکھا ہے وہ بلوچی، سندھی،

سرحدی اور پنجابی کہلانا پسند کرتے ہیں لیکن پاکستانی کہلانا پسند نہیں کرتے ۔لیکن اگر پاکستان اسلام اور مسلمانوں کے لئے بنا ہے تو پاکستان میں وحدانی حکومت ہونی چاہیے اس ملک کا صرف ایک سربراہ مملکت ہونا چاہیے ۔وہی کمانڈر انچیف ہو وہی سپہ سالار ہو ،وہی اپنے ماتحت مناسب افراد کو مختلف علاقوں میں والی مقرر کرے ۔صوبہ جاتی تقسیم ختم ہو اور ہر صوبے کے ڈویژنل ہیڈ کوارٹر کو سربراہ مملکت کی طرف سے مقرر کردہ والی کا صدر مقام قرار دے دیا جائے اسلام کی ساڑھے تیرہ سو سال کی تاریخ میں اتنی وسیع وعریض سلطنت میں ہمیشہ وحدانی حکومت ہی رہی ہے وہی سربراہ مملکت ہوتا تھا ۔وہی کمانڈر انچیف ہوتا تھا وہی سپہ سالار اعظم ہوتا تھا ۔وہی اپنے ماتحت والی مقرر کرتا تھا اور اسلام کی تاریخ میں کبھی بھی کہیں بھی صوبہ جاتی خود مختار حکومتیں قائم نہیں ہوئیں ۔یہ استعمار غرب نے مسلمانوں کی طاقت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے سب سے پہلے مشرق وسطیٰ میں خود مختار صوبائی حکومتوں کی بنیاد ڈالی ۔جو سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے خاتمہ کے بعد خود مختار ملک بن گئے ۔لہذا صوبائی حکومتوں کا وجود اور ان کی خود مختاری کی باتیں استعمار غرب کا تحفہ ہے اور اس کو ختم کئے بغیر پاکستان صحیح معنوں میں پاکستان نہیں بن سکتا ۔بعض حضرات صوبہ جاتی اختلاف کا علاج صوبوں کی تقسیم اور ہر صوبے میں کئی کئی صوبے بنانے میں سمجھتے ہیں ۔جیسا کہ بعض اخبارات میں بعض دانشوروں کے مضامین اس موضوع پر شائع ہوتے رہے ہیں ۔لیکن اس اختلاف کا صحیح علاج صوبوں کی تقسیم میں نہیں بلکہ صوبوں کے مکمل خاتمے میں ہے اور ملک میں وحدانی طرز حکومت کے قیام میں ہے ۔وحدانی طرز حکومت نہ ہونے کی وجہ سے کالاباغ ڈیم کا منصوبہ صوبائی تعصب کی بھینٹ چڑھ گیا ۔اگر ملک میں وحدانی حکومت ہوتی تو کالاباغ ڈیم کبھی کا بن جاتا پھر زراعت کے لئے پانی کی بھی کمی نہ ہوتی اور ملک بجلی کی لوڈشیڈنگ کا بھی شکار نہ ہوتا لہذا ملک کی صوبہ جاتی تقسیم ملک کی ترقی میں حائل ہے ۔لیکن استعمار غرب نے ہوس اقتدار رکھنے والوں کو مغرب کی جمہوریت کا ایسا نشہ پلایا ہے کہ وہ مغرب کی جمہوریت سے انحراف کو خدائی احکام اور قرآنی فرمان سے انحراف سے بھی زیادہ بڑھ کر سمجھتے

ہیں۔ چنانچہ دینی جماعتیں تک مغرب کی جمہوریت کو اپنا حرز جان بنائے ہوئے ہیں۔

کیا اس صورت میں ہندوستان تقسیم ہوتا اور پاکستان بنتا؟

1906 میں شملہ وفد کی تجاویز سے لے کر 1929 ء تک قائد اعظم کے چودہ نکات تک کوئی بھی تجویز ایسی نہ تھی جس کی معقولیت کے خلاف ایک حرف بھی کہا جا سکے۔

قائد اعظم اور مسلم لیگ 1929 ء تک پوری طرح سے کوشش کرتے رہے کہ ہندوستان کا اتحاد برقرار رہے اور ہندو مسلم متحدہ طور پر مل جل کر رہیں اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ مسلمانوں کو ان کے حقوق مل جاتے۔ لیکن ہندو اکثریت اپنی اکثریت کے زعم میں مسلم اقلیت کو ہر صورت میں محروم کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ چنانچہ قائد اعظم کو 28 دسمبر 1928 کے کھلے اجلاس میں یہ کہنا پڑا کہ:

''مجھے افسوس ہے کہ نہرو کمیٹی نے اپنی سفارشات میں انتہائی تنگ نظری سے کام لیا جس کی بناء پر ہندوستان کے مسلمان اپنے سیاسی مستقبل کے بارے میں پر اعتماد نہیں ہو سکتے''۔

علاوہ ازیں قائد اعظم نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ:

''اکثریت ظلم اور جبر کا رجحان رکھتی ہے اور اقلیت اپنے نقصان سے خوف زدہ رہتی ہے۔ لہذا مسلم اقلیت کے ساتھ انصاف ضروری ہے۔''

لیکن مسلمانوں کو ہندو اکثریت کی طرف سے انصاف نہیں ملا۔ ہندو اکثریت اپنی اکثریت کے زعم میں اکڑی رہی اور مسلمانوں کی انتہائی معقول تجاویز کو بھی رد کر دیا گیا۔ مسلمان 1930 ء تک اتحاد کی کوشش کرتے رہے لیکن جب مسلمانوں کو ان کے حقوق دینے سے انکار کر دیا گیا۔ تو مسلمانوں نے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں پایا کہ اب ہندوستان کی تقسیم کے سوا اور کوئی علاج نہیں ہے۔

ان تمام شواہد کی روشنی میں قطعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اگر ہندو اکثریت مسلم اقلیت کے حقوق غصب نہ کرتی اور انہیں ان کے حقوق دینے پر آمادہ ہو جاتی اور رواداری کا

سلوک کرتی تو ہندوستان ہرگز ہرگز تقسیم نہ ہوتا اور نہ ہی پاکستان بنانے کا کسی کے دل میں خیال آتا ۔لیکن جب ہندو اکثریت مسلم اقلیت کو ان کے حقوق دینے پر آمادہ نہ ہوئی تو مسلمان علیحدہ ہونے پر مجبور ہو گئے ۔ چنانچہ اگلے ہی سال 1930ء میں علامہ اقبال نے ایک جداگانہ مسلم ریاست کا تصور پیش کردیا جو شمال مغربی ہندوستان میں مسلم اکثریتی صوبوں پنجاب،سندھ،بلوچستان اور سرحد پر مشتمل ہو۔

ایک انتہائی تعجب کی بات

ایک انتہائی تعجب کی بات یہ ہے کہ جب 1935ء کے ایکٹ کے تحت 1937ء میں انتخابات کرائے گئے تو مسلم لیگ کو ہندو اکثریتی صوبوں میں تو مسلم نشستوں پر نمایاں کامیابی حاصل ہوئی لیکن مسلم اکثریتی صوبوں میں (جہاں علامہ اقبال نے 1930 میں ایک مسلم ریاست کا تصور پیش کیا تھا) مسلم لیگ نے بری طرح شکست کھائی اور مسلم لیگ کے لئے نتائج حوصلہ شکن تھے۔

اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ صوبہ سندھ جو بمبئی کا حصہ ہوا کرتا تھا اور مسلم لیگ کی تقریباً 20 سالہ جدوجہد کے نتیجہ میں 1935 کے ایکٹ کے ذریعہ علیحدہ صوبہ بنایا گیا تھا وہاں پر بھی مسلم لیگ کو کوئی نشست نہ ملی ۔ تخلیق پاکستان فاروق ملک ص 416

برصغیر کے شمال مغربی صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور ان کی اکثریت کی بناء پر ہی علامہ اقبال نے اس علاقہ میں ایک مسلم ریاست بنانے کا تصور پیش کیا تھا۔وہاں مسلم لیگ کے شکست کھانے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک اس خطہ زمین کے صوبوں میں سے صوبہ پنجاب کے سارے مسلمان لیڈر جو بڑے بڑے جاگیردار اور زمیندار تھے ۔ یونینسٹ پارٹی یا زمیندارہ لیگ میں شامل تھے اور صوبہ سرحد کے سارے جاگیردار کانگریسی پارٹی میں شامل تھے اور ان کا سب سے بڑا لیڈر خود کو سرحدی گاندھی کہلوانا پسند کرتا تھا۔سندھ کے وڈیرے اور جاگیردار نیشنلسٹ پارٹی میں شامل تھے ۔لہذا پنجاب میں یونینسٹ کامیاب ہوئے ،صوبہ سرحد میں کانگریس کامیاب ہوئی اور سندھ میں نیشنلسٹ

کامیاب ہو گئے۔لیکن ہندوستان کے ان صوبوں میں جہاں مسلمان اقلیت میں تھے اور جن کے سامنے مسلم قیادت کی یہ تجویز بھی آ چکی تھی کہ وہ آزاد مسلم ریاست ہندوستان کے شمال مغربی علاقوں میں مسلمانوں کے اکثریتی صوبوں میں بنے گی۔مسلم لیگ کو ہی ووٹ دیئے ۔اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کے لئے جدوجہد کرنے اور ایک مسلم ریاست کے قیام کا جذبہ کم از کم اس وقت تک صرف ہندوستان کے ان صوبوں میں جہاں مسلمان اقلیت میں تھے کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔چاہے یہ مسلم ریاست کہیں بھی بنے اور فی الحقیقت مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے مسلم لیگ کا قیام بھی اسی علاقہ میں ہوا تھا اور وہیں پر پاکستان بنائے جانے کی جنگ لڑی جارہی تھی لیکن ہندوستان کے شمال مغربی اکثریتی صوبوں کے مسلمان اس وقت تک اس جذبہ سے قطعی طور پر نا آشنا تھے۔

قائداعظم کا چیلنج اور ضمنی انتخابات میں حیرت انگیز کامیابی

ان ہی دنوں کچھ نشستیں خالی ہوئیں۔اور ضمنی انتخابات کا حکومت نے اعلان کر دیا تو قائداعظم نے کانگریس کو للکارا کہ وہ میدان میں اترے اور مسلم لیگ کا مقابلہ کرے۔اگر پانچ ضمنی انتخابات میں کانگریس جیت گئی تو یہ ماننا پڑے گا کہ مسلمان کانگریس کے ساتھ ہیں اور اگر مسلم لیگ نے یہ نشستیں جیت لیں تو یہ ثبوت ہوگا اس بات کا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔

انتخابات میں مسلم لیگ نے پانچوں نشستوں پر اپنے امیدوار کھڑے کئے ۔سہارنپور۔مراد آباد اور بلند شہر میں جمعیت علمائے ہند کی قوت کا بڑا چرچا تھا۔جمعیت کی پشت پر کانگریس تھی کانگریس اور جمعیت کے اتحاد نے مسلم لیگ کا متحدہ طور پر مقابلہ کیا۔پانچوں نشستوں پر مسلم لیگی امیدوار کامیاب ہوئے۔ (تخلیق پاکستان ص 432)

سوچنے کی بات یہ ہے کہ قائداعظم کو اتنا بڑا چیلنج کرنے کا حوصلہ کیسے ہوا۔جبکہ وہ تمام انتخابات میں پنجاب ، سندھ اور سرحد کے مسلم اکثریتی صوبوں میں بری طرح سے شکست کھا چکے تھے ۔حتیٰ کہ صوبہ سندھ جسے خود مسلم لیگ نے قائداعظم کی قیادت میں

جدو جہد کر کے 1935 میں صوبہ بنوایا تھا وہاں انہیں 1937ء میں ایک بھی نشست نہیں ملی تھی۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ مراد آباد، سہارنپور اور بلند شہر یوپی میں واقع تھے جہاں کے مسلمان، مسلمانان ہند کے حقوق کی جدو جہد میں پیش پیش تھے اور اس وقت تک وہی پاکستان بنانے کی جنگ لڑ رہے تھے لہذا قائداعظم کو یقین کامل تھا کہ ہم یہاں پر سوفیصد کامیاب ہوں گے۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے پورے وثوق کے ساتھ کانگریس کو چیلنج کر دیا اور اگر مسلم لیگ ان انتخابات میں کامیاب نہ ہوتی تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ گویا مسلم لیگ نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ کانگریس ہندوستان کے تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ یہ یوپی کے مسلمانوں کی پرخلوص جدو جہد کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے مسلم لیگ کو مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت تسلیم کرا لیا۔

تخلیق پاکستان کا سبب ہی اصل نظریہ پاکستان ہے

اب پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے اسلامی نظام کی داعی جماعتیں یہ دعویٰ کر رہی ہیں کہ پاکستان اسلامی نظام قائم کرنے کے لئے بنایا گیا تھا اسے وہ نظریہ پاکستان کا نام دیتے ہیں۔

دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ پاکستان ہندو کے سیاسی، معاشی، اقتصادی اور مذہبی غلبہ سے آزادی کے حصول کے لئے بنایا گیا تھا۔

پہلا گروہ یہ کہتا ہے کہ اس وقت نعرہ ہی یہ تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا'' لا الـــہ الا اللہ'' دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ پاکستان مسلمانان ہند کے لئے ان صوبوں میں جہاں ان کی اکثریت ہے مسلمانوں کے لئے کم از کم ایک خطہ زمین حاصل کر کے ہندوؤں کے غلبہ سے آزادی کے لئے بنایا گیا تھا اب نسل نوجوان اور وہ لوگ جنہیں تحریک پاکستان کا علم نہیں ہے اور وہ تحریک پاکستان کی تاریخی تحریروں کا مطالعہ کر کے ہی کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ وہ اس سلسلہ میں حیران ہیں کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ اصل حقیقت کو جاننے کے لئے اتنا سمجھ لینا

کافی ہے کہ جیسے اس وقت دونظریاتی گروہ ہیں تحریک پاکستان کے وقت بھی دو ہی نظریاتی گروہ تھے۔

ایک گروہ میں جماعت اسلامی ، جمعیت علمائے ہند ، جس کی قائم مقام اب پاکستان میں جمعیت علمائے اسلام ہے اوراحرار اسلام اور خاکسار تحریک جیسی مذہبی اور دینی جماعتیں تھیں جن میں جماعت اسلامی کے بزرگ عالم مولانا مودودی صاحب اور جمعیت علمائے ہند کے بزرگ عالم مولا حسین احمد مدنی صاحب رئیس مدرسہ دیوبند جیسے بزرگ علماء سرفہرست تھے یہ پہلا گروہ ہے جو کانگریس کے ساتھ مل کر پاکستان کے خلاف ایک نظریہ پر کام کررہا تھا۔

دوسری طرف دوسرے گروہ میں مغربی تہذیب کے پروردہ علی گڑھ یونیورسٹی اور مغرب کی یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل مغرب کی جمہوریت کا صحیح صحیح اندازہ رکھنے والے کلین شیو لیڈر رتھے اورانہوں نے مغرب کی جمہوریت کا اچھی طرح سے مطالعہ اور مشاہدہ کیا تھا۔جس کا ایک نمونہ اس سے اگلے عنوان ''جمہوریت کے بارے میں علامہ اقبال کے فرمودات'' میں پیش کریں گے۔مغرب کی یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل ان مسلمان لیڈروں میں مسلمانوں سے ہمدردی کا جذبہ اوران کی فلاح و بہبود کی خواہش کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ان میں قائداعظم محمد علی جناح ،علامہ محمد اقبال ،نواب محمود آباد،مولانا فضل الحق اور نواب لیاقت علی خان وغیرہ سرفہرست ہیں یہ دوسرا گروہ ہے۔جو ہر ممکن طور پر یہ کوشش کرتا رہا کہ مسلمانوں کو صحیح صحیح اور پورے پورے سیاسی حقوق ملنے کے بعد اعلان آزادی ہوتا کہ آزادی کے بعد مغرب کی جمہوریت کے نتیجہ میں سارے ہی مسلمان پس کر نہ رہ جائیں اوراس کا واضح ثبوت 1916ء کا میثاق لکھنؤ ہے۔پھر 1926ء کی کلکتہ کنونشن کی تجاویز ہیں اور سب سے آخر میں 1929ء کی آل پارٹیز مسلم کانفرنس کی قرارداد ہے جو قائداعظم کے چودہ نکات کے نام سے آج بھی کالجوں میں پڑھائی جارہی ہے۔لہذا اس کے لئے مزید کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔

اب یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اگر کانگریس قائد اعظم کے چودہ نکات سے اتفاق کر لیتی جو کہ آل پارٹیز مسلم کانفرنس کی منظورہ کردہ قرارداد کے مطابق تھے اور میثاق لکھنؤ کے موافق بھی تھے تو ہندوستان ہرگز ہرگز تقسیم نہ ہوتا۔ نہ پاکستان بنانے کا کسی کے دل میں خیال پیدا ہوتا اور نہ ہی پاکستان بنتا۔ 1930ء تک ان لیڈروں کی جدو جہد کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہتی کہ یہ لیڈر 1930ء تک یہ کوشش کرتے رہے کہ کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ مسلمانوں پر ہندوؤں کا سیاسی غلبہ بھی نہ اور ہندو مسلم متحدہ طور پر انگریزوں سے آزادی حاصل کر کے متحدہ ہندوستان میں ہی اکٹھے مل جل کر رہ سکیں۔ لیکن جب ہندو کے تعصب، ضد اور ہٹ دھرمی سے کوئی صورت اتحاد کی نہ رہ گئی تو مسلمانوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ وہ اس ملک کو تقسیم کر کے انگریزوں سے اپنے لئے الگ حصہ مانگیں۔ اور یہ بات تسلیم کئے بغیرہ چارہ نہیں ہے کہ ہندوستان کی تقسیم کا اصل سبب اور بنیادی وجہ اور اصل محرک اصلی ہندو کا تعصب اور ہٹ دھرمی سے مسلمانوں کو ان کے مطلوبہ حقوق نہ دے کر ان پر اپنے سیاسی غلبہ پر مصر رہنے کے سوا اور کچھ نہ تھا اور باقی سب باتیں اور بعد کے نعرے ہندو کے سیاسی غلبہ سے نجات پانے کے لئے اور مسلمان عوام کو زیادہ سے زیادہ ساتھ ملانے کے لئے اور ان کے جذبات ابھارنے کے لئے تھے۔ لہذا 1940ء میں جو قرارداد لاہور پاس ہوئی اس میں بھی نہ تو دو قومی نظریہ کا کوئی بیان ہے نہ ہی اس میں پاکستان کے نام کا کوئی ذکر ہے۔ نہ اس میں پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کا کوئی ذکر ہے۔ بلکہ اس میں ہندو کے سیاسی غلبہ سے نجات کا جذبہ صاف نظر آ رہا ہے۔

قرارداد لاہور کے پاس ہونے کے بعد جو ایک طرح سے پاکستان بنانے کے لئے راہ ہموار کرنے والی قرارداد تھی مذکورہ لیڈروں نے جن کا ذکر ہم نے دوسرے گروہ کا نام لے کر کیا ہے قیام پاکستان کے لئے اپنی جدو جہد کا آغاز کر دیا۔ لیکن ان تمام دینی جماعتوں نے جن کا ذکر ہم نے پہلے گروہ کے نام سے کیا ہے یعنی جماعت اسلامی، جمعیت

علمائے ہند جن کی قائم مقام پاکستان میں اب جمعیت علمائے اسلام ہے اور خاکسار تحریک اور احرار اسلام ہیں یہ سب کے سب پاکستان کی مخالفت پر ڈٹ گئے۔

بالفاظ دیگر ایک طرف تو مغربی تہذیب کے پروردہ علی گڑھ یونیورسٹی اور مغرب کی یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل اور مغربی جمہوریت کا صحیح صحیح اندازہ رکھنے والے کلین شیو لیڈر تھے جن کے دلوں میں مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ اور انہیں ہندو کی سیاسی، اقتصادی اور مذہبی غلامی سے آزاد کرانے اور ان کی فلاح و بہبود کی خواہش کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور یہ بات اچھی طرح سے جانتے تھے کہ مغرب کی جمہوریت اور جمہوری پارلیمانی نظام میں وہ ہر صوت میں حزب اختلاف میں ہی رہیں گے اور کبھی بھی اقتدار میں نہ آسکیں گے لہذا ان کے اقتدار کا دارو مدار صرف اور صرف ہندو کے سیاسی غلبہ سے نجات اور مسلمانوں کے حقوق کی صورت میں ہی ممکن ہے۔

لیکن دوسری طرف مذہبی اور دینی جماعتیں تھیں یعنی جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے ہند جس کی جانشین پاکستان میں جمعیت علمائے اسلام ہے اور خاکسار تحریک اور احرار اسلام جن کے بزرگ علماء میں مولانا مودودی صاحب اور مولا حسین احمد مدنی صاحب رئیس مذہب مدرسہ دیوبند خاص طورر پہ قابل ذکر ہیں اس وقت مذہبی اور دینی جماعتوں کا یہ پہلا گروہ مذکورہ لیڈروں کو بے دین اور کافر کہتا تھا اور تحریک پاکستان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا۔ اور خود قائد اعظم کے خلاف اپنے جلسوں میں جھوم جھوم کر پڑھا کرتے تھے کہ:

یہ قائد اعظم ہے یا کافر اعظم (نعوذ باللہ)

ان کے کہنے کے مطابق بے دینوں اور کافروں کا یہ گروہ ان کے فتووں سے بے نیاز ہو کر تحریک پاکستان کی جدو جہد میں مصروف رہا۔

اب وہ نسل نوجوان جو تحریک پاکستان کے وقت موجود نہیں تھی اپنی عقل سے یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ اگر اس وقت یہ نصب العین ہوتا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ

تو مذکورہ دینی و مذہبی جماعتوں کو ہرگز ہرگز پاکستان کی مخالفت نہ کرنا چاہیے تھی۔ یہ ان کے لئے خاص طور پر سوچنے کی بات ہے کہ اگر اس وقت نصب العین یہ ہوتا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ تو یہ دینی و مذہبی جماعتیں پاکستان کی مخالفت کیوں کرتیں کیا وہ لا الـــہ الا الـلـــہ کے خلاف تھیں اور مذکورہ گروہ جو ان کے نزدیک بے دین اور کافر تھا وہ پاکستان کے حصول کی جدوجہد کیوں کرتا کیا یہ بے دین اور کافر گروہ لا الـہ الا الـلـہ کے قیام کی کوشش کر رہا تھا اور دینی جماعتوں کا گروہ لا الـہ الا الـلـہ کی مخالفت کر رہا تھا۔ کیا یہ بات کوئی صاحب عقل تسلیم کر سکتا ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ دینی جماعتوں کا گروہ قیام پاکستان کے وقت تو براہ راست قیام پاکستان کا مخالف تھا اور قیام پاکستان کے بعد بالواسطہ طریقہ سے پاکستان کی مخالفت کرتا رہتا ہے۔ یہ بات ہر پاکستانی کے مشاہدے میں ہے کہ طالبان پاکستان میں اہم تنصیبات پر خودکش حملوں کے ذریعہ تباہی مچا رہے تھے پاکستان کی پارلیمنٹ نے نظام عدل کے قیام کی صورت میں قرارداد منظور کر لی اور صدر مملکت نے اس پر دستخط کر دیئے اور طالبان نے ہتھیار ڈالنے کا حکومت پاکستان کا مطالبہ تسلیم کر لیا لیکن وہ اپنے اس معاہدہ سے منحرف ہو گئے ہتھیار بھی نہ ڈالے اور دوسرے علاقوں میں پیش قدمی شروع کر دی اور خودکش حملے بھی اسی طرح جاری رہے۔ ہر باخبر مسلمان کو یہ علم ہے کہ پیغمبر گرامی اسلامؐ نے صلح حدیبیہ میں یہ معاہدہ کیا تھا کہ فریقین آئندہ دس سال تک آپس میں جنگ نہیں کریں گے۔ لیکن جب کفار قریش نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سن 8ھ میں مکہ پر حملہ کر دیا جو فتح مکہ پر منتج ہوا لہذا معاہدہ توڑنے کی صورت میں حکومت کا فرض بنتا تھا کہ وہ طالبان کے خلاف آپریشن کرے اور پاکستان کی فوج نے اس سلسلے میں اپنا فرض ادا کیا۔ مگر یہ سب دینی جماعتیں چیخ رہی ہیں آپریشن بند کرو اور ایک دینی جماعت تو بالکل لطیفہ ہے اس کا کہنا ہے کہ ہم حکومت میں رہتے ہوئے بھی آپریشن کی مخالفت کرتے رہیں گے۔ پس یہ تمام دینی جماعتیں قیام پاکستان کے وقت براہ راست مخالف تھیں اور

قیام پاکستان کے بعد بالواسطہ طریقہ سے مخالفت کررہی ہیں اور پاکستان کے دشمن طالبان کی حمایت میں سرگرم عمل ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ طالبان خود ان دینی جماعتوں کے پروردہ ہیں ان کے تربیت یافتہ ہیں لہذا وہ چیخ رہے ہیں کہ طالبان کے خلاف آپریشن بند کرو یہ حکومت اپنے ہی شہریوں کو مار رہی ہے اور طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں اور تحریک انصاف کے رہنما کا تعلق اگر چہ ان دینی جماعتوں سے نہیں ہے مگر ان کی عادت ثانیہ یہ ہے کہ جو بھی کوئی حکومت کی مخالفت کرتا ہے یہ اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔

بہرحال اب ہر پاکستانی جو غیر جانبدار ہو یہ فیصلہ کرسکتے ہے کہ یہ دینی جماعتیں مغرب کے جمہوری پارلیمانی نظام سے واقف نہیں تھیں اور ہندوستان کی تقسیم کے خلاف آخر تک متحدہ ہندوستان کے حق میں رہیں اور دوسرا گروہ جو مغرب کی جمہوریت اور مغرب کے پارلیمانی نظام سے آگاہ تھا پہلے تو میثاق لکھنو، کلکتہ کنونشن، آل پارٹیز مسلم کانفرنس اور قائداعظم کے چودہ نکات کی صورت میں اپنے حقوق کے حصول کی جدوجہد میں مصروف رہا مگر جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ہندو کانگریس، اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے مسلمانوں کو ان کے حقوق دینے کو تیار نہیں ہے تو انہوں نے ہندوں کے سیاسی، اقتصادی اور مذہبی غلبہ سے نجات کے لئے مغرب کے ہی اصول کے مطابق ان علاقوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں تھے ایک علیحدہ وطن کا انگریز سے مطالبہ کیا اور علیحدہ وطن کا تصور اسی اکثریت کی بنیاد پر سب سے پہلے اس نے پیش کیا جو مغرب کے جمہوری نظام سے اچھی طرح واقف تھا۔ چنانچہ علامہ اقبال نے مغرب کے جمہوری نظام سے ہندوستان کے مسلم عوام کو آگاہ کرنے کے لئے اپنی شاعری کو خاص طور پر استعمال کیا اور مغرب کی جمہوریت کی اپنے کلام میں برملا مذمت کی۔

مغرب کی جمہوریت کے بارے میں علامہ اقبال کے فرمودات

جمہوریت میں چونکہ حاکمیت کا حق عوام کو دیا جاتا ہے اور اس میں اللہ کی حاکمیت کے نظریہ کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثریت کی رائے ہی کو حکومت کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے اسی لئے علامہ اقبال نے جمہوریت پر سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے اس کی شدید مذمت کی چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

گریز از طرف جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

علامہ اقبال نے اس شعر میں جمہوریت کی جو تصویر کھینچی ہے اس تصویر سے بہتر کا تصور نہیں ہوسکتا۔ لیکن مغرب کی جمہوریت کے بارے میں علامہ اقبال نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہر پاکستانی کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ:

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردے میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

علامہ اقبال کے نزدیک مغرب کا جمہوری نظام وہی پرانا ساز ہے جس کے پردے میں وہی شاہی ہے وہی قیصری ہے اور وہی دیو استبداد ہے جو جمہوریت کا لباس پہن کر ناچ رہا ہے۔ اور مغرب کی جمہوریت کے تحت سیاست کرنے والوں کے بارے میں تو علامہ اقبال نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں ان سیاستدانوں کی سچی تصویر کشی کی ہے۔ آپ ابلیس کی بارگاہ خداوندی میں عرض داشت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہ افلاک

الیکٹرک میڈیا پر ایسے نمونے روز دیکھنے میں آتے ہیں۔ سیاسی لوگوں کی باتیں میں ایک شخص نے مسلم لیگ ن کے قائد میاں نواز شریف کے بارے میں یہ انکشاف کیا کہ

انہوں نے کس طرح سے پاکستان کی سپریم کورٹ پر حملہ کرایا کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس نے میز کے نیچے چھپ کر جان بچائی پھر اس پر بھی تسلی نہ ہوئی اور رفیق تارڑ کو نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس کوئٹہ ہائیکورٹ کے چیف جسٹس سعید الزمان صدیقی کو بھیجا اور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس سعید الزماں صدیقی کی عدالت میں مقدمہ چلا کر سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کو اپنے عہدہ سے برخاست کرایا اور سعید الزماں صدیقی کو سپریم کورٹ کا چیف جسٹس بنا دیا اور رفیق تارڑ کو صدر پاکستان بنا دیا اس کے جواب میں مسلم لیگ ن کے سیکرٹری اطلاعات احسن اقبال صاحب نے یہ فرمایا کہ 18 فروری کے مینڈیٹ نے یہ ثابت کر دیا کہ عوام نے ان باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ یہ احسن اقبال صاحب کا ارشاد ہے گویا ان کے نزدیک عوام اتنے بے وقوف ہیں کہ انہوں نے ان تمام باتوں کے باوجود ووٹ انہیں کو دیئے یا علامہ اقبال نے صحیح فرمایا تھا کہ

جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست

باقی نہیں اب میری ضرورت نہ افلاک

یعنی اب عوام کو بہکانے اور گمراہ کرنے کے لئے یہ سیاست دان ہی کافی ہیں۔ اب لوگوں کو بہکانے اور گمراہ کرنے کے لئے میری کوئی ضرورت نہیں جو کام میں نے کرنا تھا وہ کام یہ سیاست دان بخوبی سرانجام دے رہیں ایک اور خبر میڈیا پر نشر ہوئی ہے مسلم لیگ ن کے قائد میاں نواز شریف نے سپریم کورٹ کی عدالت میں طیارہ سازش کیس کے خاتمہ کے لئے اپیل کر دی ہے۔ بہت اچھا موقع نکالا ہے کیس ٹائم بارڈ ہوگیا تو کیا ہوا سب درست ہو جائے گا ع من ترا قاضی بگویم تو مرا حاجی بگو میاں نواز شریف کو اس وقت تک چین نہیں آیا جب تک عدلیہ کو بحال نہ کرالیا۔ عدلیہ کی بحالی کا وہ کتنا احترام کرتے ہیں وہ تو سجاد حسین شاہ صاحب چیف جسٹس آف پاکستان پر حملہ سے ظاہر ہے پھر سعید الزمان صدیقی سے انہیں برخاست کرا کر ان کی جگہ سعید الزمان صدیقی کو سپریم کورٹ کا جج لگانے اور نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس سعید الزمان صدیقی کو پہنچانے والے رفیق تارڑ کو صدر لگانے

سے ظاہر ہے

اب ایک اور لطیفہ سنیئے طیارہ سازش کیس میں جب مسلم لیگ ن کے قائد میاں نواز شریف معافی مانگ کر سعودی عرب سدھارے تو پہلے تو وہ یہ کہتے رہے کہ کوئی معافی نہیں مانگی دکھاؤ وہ معافی نامہ کہاں پھر حسب ضرورت یہ کہنا شروع کردیا کہ پانچ سال کے لئے معافی مانگی تھی اور ابھی ابھی مسلم لیگ ن کے سیکرٹری اطلاعات جناب احسن اقبال صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ میاں نواز شریف صاحب نے معافی نہیں مانگی تھی بلکہ صدر پاکستان رفیق تارڑ کو سزا ختم کرنے کے لئے کہا تھا۔

ع اس سادگی پر کون نہ مر جائے اے اسد

قتل کے جرم کی سزا موت ہے لیکن اگر قاتل مقتول کے ورثا کو دیت ادا کردے تو سزائے موت معاف کردی جاتی ہے۔ میاں نواز شریف صاحب نے معافی بھی نہ مانگی اور رفیق تارڑ نے معافی بھی نہیں دی بلکہ ویسے ہی سزا ختم کردی شاید یہ نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس سعید الزمان صدیقی کو پہنچانے کے صلہ میں صدر بنائے جانے کا صلہ ہو۔ لیکن ایک دفعہ میاں نواز شریف صاحب نے خود یہ کہا تھا کہ صدر پاکستان میاں رفیق تارڑ صاحب نے ان کی سزا معاف کردی تھی اس لئے انہوں نے طیارہ سازش کیس کو ختم کرنے کے لئے سپریم کورٹ میں اپیل کی ہے۔ مگر سپریم کورٹ میں ایک اور عجیب بات ہوگئی اٹارنی جنرل آف پاکستان نے میاں نواز شریف صاحب کی طرف سے معافی نامہ کی نقل پیش کردی۔ یہاں پر ہر بات حیرت انگیز بن کر سامنے آرہی ہے۔ حکومت کا کہنا ہے کہ سپریم کورٹ نے خود میاں نواز شریف صاحب کے معافی نامہ کی نقل طلب کی تھی اور سپریم کورٹ کا کہنا یہ ہے کہ ہم نے میاں نواز شریف صاحب کے معافی نامہ کی نقل مانگی ہی نہ تھی ایک عام آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ سپریم کورٹ نے معافی نامہ کی نقل مانگی ہو یا نہ مانگی اگر کسی دعوے میں اس کے ثبوت میں کوئی دستاویز پیش کی جاتی ہے تو عدلیہ کو اس کو قبول کرنا چاہیے مگر جب کسی کو کسی بات کا صلہ یا بدلہ دیا جائے تو پھر ایسا ہی کیا جاتا ہے، تم اس وقت تک

چین سے نہیں بیٹھے جب تک معزول ججوں کو بحال نہ کرالیا، ہم بھی اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک تم کو بحال نہ کرالیں ۔لہذا معافی نامہ کے یہ ثبوت معافی نامہ کو ثابت کرنے کے لئے چاہے کتنے ہی مضبوط اور کافی کیوں نہ ہوں ہم انہیں مسترد کرتے ہیں بیشک حکومت کہتی رہے کہ ہم سے یہ ثبوت مانگے گئے تھے مگر ہم نے انہیں نہیں ماننا۔کیونکہ ہمارا فیصلہ اٹل ہے ہم نے میاں نواز شریف کا بدلہ چکانا ہے جیسا کہ پہلے بھی نااہلی کے معاملہ میں میاں صاحب کو اہل قرار دے کر بدلہ چکایا ہے اور بدلہ چکانے کا یہ کھیل اسی طرح سے چلتا رہے گا میاں نواز شریف صاحب نے بیشک عدلیہ کی توہین کی ہے اور برملا کہا ہے کہ میں ان ججوں کو جج مانتا ہی نہیں ہوں جو میرے خلاف فیصلہ دیں مگر میں نے اپنے محبوب معزول جج کی تو کبھی توہین نہیں کی میں تو ان پر اپنی جان چھڑکنے کے لئے تیار رہا اور ان سے بھرپور صلہ کی امید رکھتا ہوں ۔ایک اور بات بھی کہی جا رہی ہے کہ میاں نواز شریف کا کیس ٹائم بارڈ ہے اسے 3072 دن گزر گئے لیکن عدلیہ کہہ رہی ہے کہ سپریم کا یہ فیصلہ ہے کہ میاں نواز شریف کو جبراً جلاوطن کیا گیا لیکن اب بھی میاں صاحب کو آئے ہوئے 500 دن ہو چکے ہیں لہذا اپیل پھر بھی ٹائم بارڈ ہے اس وقت سے لے کر اب تک میاں نواز شریف نے کیوں اپیل نہ کی تو یہ بات سب کو معلوم ہے کہ وہ معزول ججوں کی بحالی کی تحریک چلا رہے تھے جب تک ان کے من پسند جج نہ آ لیتے کیسے اپیل کرتے؟

بہر حال یہ جمہوریت ہے اور علامہ اقبال کے نزدیک مغرب کا جمہوری نظام تو سراسر وہی پرانا ساز ہے جس کے پردے میں شاہی ہے، وہی قیصری ہے اور وہی دیو استبداد ہے جو جمہوریت کا لباس پہن کر ناچ رہا ہے۔

شاہی اور قیصری میں تو ایک بادشاہ یا ایک قیصر و کسریٰ ہوتا تھا۔لیکن مغرب کے جمہوری نظام میں سینکڑوں قیصر اور سینکڑوں کسریٰ ،سینکڑوں فرعون اور سینکڑوں نمرود بن کر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھاتے ہیں اور لوٹ مار مچاتے ہیں اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ خود کو عوام کا خادم بتلاتے ہیں۔

چونکہ علامہ اقبال مغرب کی جمہوریت سے اچھی طرح واقف تھے لہذا انھوں نے انگریز کے جانے کے بعد مسلمانوں کی حالت زار کا اچھی طرح سے اندازہ لگالیا تھا اور جب ہندو کانگریس اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑی رہی تو یہ علامہ اقبال ہی تھے جنھوں نے 1930 میں ایک علیحدہ مسلم ریاست کا تصور پیش کیا۔

علامہ اقبال کا سن 1930 کا خطبہ الہ آباد

آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس 29 دسمبر 1930 کو علامہ اقبال کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں علامہ اقبال نے اپنے خطبہ صدارت میں ایک علیحدہ اسلامی ریاست کا تصور پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''میں تو چاہتا ہوں کہ پنجاب صوبہ شمال مغربی سرحد او ربلوچستان کو ایک ریاست کی صورت دی جائے۔ پھر یہ ریاست برطانوی ہند ہی کے اندر اپنی خود مختار حکومت کا قیام عمل میں لائے یا اس سے باہر۔ مگر میرا احساس ہے کہ آخر کار شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک علیحدہ اسلامی ریاست قائم کرنا پڑے گی۔

علامہ اقبال کا یہی تصور 23 مارچ سن 1940 کو قرارداد لاہور کی صورت میں پیش کیا گیا جسے بعد میں قرارداد پاکستان کہا جانے لگا۔

قرارداد لاہور جسے بعد میں قرارداد پاکستان کہا گیا

مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس لاہور میں 23 مارچ سن 1940ء جو قرارداد پیش کی گئی اس کا متن درج ذیل ہے۔

ا۔ ''آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس نہایت غور و فکر کے بعد اس ملک میں صرف اسی آئین کو قابل عمل اور مسلمانوں کے لئے قابل قبول قرار دیتا ہے جو جغرافیائی اعتبار سے باہم متصل ریجنوں کی صورت میں حد بندی کا حامل ہو اور بوقت ضرورت ان میں اس طرح ردو بدل ممکن ہو کہ جہاں جہاں مسلمانوں کی اکثریت بہ اعتبار رہو انہیں آزاد ریاستوں کی صورت

میں یکجا کر دیا جائے اور ان میں شامل ہونے والی وحدتیں خودمختار اور حاکمیت کامل کی حامل ہوں۔

۲۔ ان وحدتوں اور ہر علاقائی آئین میں اقلیتوں کے مذہبی اقتصادی، سیاسی اور ثقافتی مفادات اور حقوق کے تحفظ کی خاطر ایسی اقلیتوں سے مشورہ کے بعد موثر تحفظات شامل ہوں اور ہندوستان کے ان تمام حصوں میں جہاں مسلمان آبادی کے اعتبار سے اکثریت میں نہیں انہیں تحفظ کا یقین دلایا جائے۔

۳۔ یہ اجلاس مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ ان صوبوں پر مبنی آئین کا لائحہ عمل مرتب کرے جس میں دونوں خطوں کے تمام اختیارات اور دیگر تمام امور کو سنبھالنے کا انتظام کیا جائے۔

تقسیم ہند کا منصوبہ

وزیراعظم برطانیہ لارڈ ایٹلی نے 20 فروری 1947 کو دارالعوام میں ایک بیان دیا کہ برطانیہ جون 1948 سے پہلے برصغیر سے قطعی طور پر دست بردار ہو جائیگا۔لارڈ ایٹلی نے ماؤنٹ بیٹن کو وسیع اختیارات دے کر برصغیر کا نیا وائسرائے نامزد کیا تا کہ وہ انتقال اقتدار کے سلسلہ میں موثر اقدامات کرے ماؤنٹ بیٹن نے دہلی پہنچ کر مسلم لیگ، کانگریس اور سکھوں کے رہنماؤں کو اپنے منصوبے سے آگاہ کیا اور 3 جون 1947 کو ریڈیو پر اس کا اعلان کیا۔اس اعلان میں تقسیم برصغیر کا اصول تسلیم کر لیا گیا۔

شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کا حال

ہم سابقہ اوراق میں ایکٹ 1935 کے تحت ہونے والے الیکشن کا حال لکھ آئے ہیں کہ باوجود اس بات کے کہ علامہ اقبال جس خطہ زمین میں اسلامی ریاست کے قیام کا تصور پیش کیا تھا وہاں پر کسی نے بھی مسلم لیگ کو ووٹ نہیں دیا اور مسلم لیگ شمال مغربی ہندوستان کے صوبوں سرحد، پنجاب اور سندھ سے ایک بھی سیٹ حاصل نہ کر سکی لیکن ان

خطوں میں جہاں مسلمان اقلیت میں تھے وہاں پاکستان کے قیام کی جنگ لڑی جارہی تھی۔ اور قائداعظم کے ان پر اعتماد کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے سہارنپور، بلندشہر اور مرادآباد وغیرہ کی پانچ ضمنی الیکشن کی سیٹوں پر کانگریس کو مقابلہ کے لئے دیا اور یہ کہا کہ کانگریس یہ سیٹیں جیت لے تو ہم تسلیم کرلیں گے کہ کانگریس ہی ہندوستان کے تمام باشندوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور اگر مسلم لیگ نے یہ سیٹیں جیت لیں تو یہ تسلیم کرلیا جائے کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ یہ چیلنج قائداعظم نے اس وقت دیا جب کہ شمال مغربی ہندوستان کے تمام صوبوں پنجاب، سرحد اور سندھ سے ایک بھی سیٹ مسلم لیگ کو حاصل نہ ہوئی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ سندھ کے جاگیردار نیشنلسٹ تھے سرحد کے جاگیردار و سرمایہ دار کانگریسی تھے اور پنجاب کے تمام جاگیردار اور زمیندار و سرمایہ دار یونینسٹ تھے۔ باوجود اس کے کہ اسلامی ریاست کے قیام کا فیصلہ ان ہی صوبوں میں طے پاچکا تھا انہوں نے پھر بھی مسلم لیگ کو ووٹ نہیں دیا مگر ہندوستان کے ان علاقوں کے مسلمانوں نے جہاں وہ اقلیت میں تھے اور وہاں پاکستان کا قیام بھی عمل میں نہیں آنا تھا پھر بھی مسلم لیگ کو ہی ووٹ دیا۔

پاکستان بنانے کی سزا

جب پاکستان بن گیا تو ہندو کانگریس نے یوپی اور بہار کے ان مسلمانوں سے جن کے دلوں میں پاکستان بنانے کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا جو حقیقت میں پاکستان کی اصل جنگ لڑنے والے تھے گن گن کر بدلے لئے اور آج تک لے رہے ہیں اور جب ان کا دل چاہتا ہے ان پر چڑھ دوڑتے ہیں چنانچہ ان کا ایک لیڈر ایل کے اڈوانی کہتا ہے کہ:

''تم نے پاکستان بنالیا تم پاکستان جاؤ''

اور ان کا ایک دوسرا لیڈر بال ٹھاکرے کہتا ہے کہ ''یہ ملک کس کا ہے۔ جب مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرلیا تو باقی ہندوستان رہ جاتا ہے ہندوؤں کا ہندوستان''۔

پس پاکستان بننے کے بعد ہندوؤں نے یوپی اور بہار کے مسلمانوں کو تخلیق

پاکستان کی سزا دینے کے لئے ظلم وستم کی انتہاء کردی پنجاب کی تقسیم کی وجہ سے اس اکثریتی صوبے کے مسلمان بھی ہندوؤں کی بربریت سے محفوظ نہیں رہے کاش جس طرح پنجاب کا تبادلہ آبادی منظور ہوا تھا اسی طرح یوپی اور بہار کا شمالی حصہ دریائے جمنا کو حد بنا کر حاصل کرلیا جاتا اور مشرقی بنگال کے ہندو، مغربی بنگال چلے جاتے اور مغربی بنگال کے مسلمان مشرقی بنگال میں آجاتے تو اس طرح کراچی سے لے کر بنگال تک بشمول پنجاب وسندھ و بلوچستان وسرحد وکشمیر وشمالی یوپی جس میں لکھنو۔ سہارنپور۔ بلند شہر اور مراد آباد کو خصوصیت کے ساتھ حاصل کیا جاتا اور شمالی بہار اور مشرقی بنگال مل کر مسلمانوں کا پاکستان بن جاتا ہے پھر نہ مشرقی بنگال مشرقی پاکستان کہلاتا نہ وہ بعد میں بنگلہ دیش ہوتا کیونکہ دوقومی نظریہ کو بھی صحیح طور پر روبہ عمل نہ لائے اور سارے مسلمانوں کے لئے سارے ہندوستان سے الگ ملک حاصل نہ کیا۔ اسی لئے گاندھی نے قرارداد لاہور پاس ہونے کے بعد طنزاً یہ کہا تھا کہ "تم نے قرارداد لاہور میں پاکستان کا کوئی ذکر کیا ہے نہ ہی دوقومی نظریہ کا اگر دریائے جمنا کو سرحد بنا کر مسلمانوں کے لئے دوقومی نظریہ کی بنیاد پر ملک حاصل کیا جاتا تو پھر مسلمانوں کا پاکستان اور ہندوؤں کا ہندوستان ہوتا۔ ہم سے انہوں نے دریائے ستلج، بیاس اور راوی لئے تھے تو ہمیں دریائے جمنا، دریائے گنگا اور برہم پتر ملتے۔ مگر شاید مسلم لیگ نے مصلحت اس میں سمجھی کہ انگریز کے اصول کے مطابق جتنا کچھ مل سکتا ہے وہ لے لو کبھی اس سے بھی ہاتھ نہ دھونے پڑیں۔ لیکن اس کی سزا ان مسلمانوں کو ملی جو پاکستان بنانے والے تھے وہاں ہندوؤں کی طرف سے انہیں مار پڑی اور جو لوگ گھر بار چھوڑ کر مہاجر بن کر اپنے بنائے ہوئے پاکستان میں آئے تو یہاں جو کچھ انہیں سننے کو ملا وہ یہ ہے کہ سندھ کے ایک علاقائی سیاسی رہنما فرماتے ہیں کہ یہاں پر یعنی پاکستان میں صرف پانچ قومیں ہیں ایک پٹھان دوسرے بلوچ، تیسرے سندھی، چوتھے سرائیکی اور پانچویں پنجابی یعنی اس خطہ زمین پر نہ تو کوئی قوم پاکستانی ہے اور نہ ہی دوقومی نظریہ کے تحت یہاں کوئی مسلمان قوم آباد ہے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ صوبہ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کرا کر صوبہ سندھ بنوانے والے بھی وہی

ہیں جنہیں وہ کوئی قوم ہی نہیں سمجھتے۔

شائدان کا یہ کہنا اس وجہ سے ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ وہ اس صوبہ میں پیدا ہوئے لہذا یہ صوبہ ان کا ہے حالانکہ ان کی جائے پیدائش ایک مربعہ فٹ سے زیادہ نہیں ہے لیکن انہوں نے سالم سندھ کو اپنے باپ کی جاگیر سمجھ لیا ہے۔

بہر حال اس طرح پاکستان بنتا جس طرح ہم نے اس عنوان کے تحت بیان کیا ہے تو کراچی سے لے کر بنگال تک ایک پاکستان ہوتا اور یہاں پر وحدانی حکومت ہوتی اور کوئی صوبہ نہ ہوتا یہ ہوتا اصلی پاکستان مگر ہم آج تک کشمیر نہ لے سکے اگر گاندھی کے کہنے کے مطابق ہم یہ بات مان لیتے کہ پہلے آزادی اور پھر تقسیم تو ہم اس خطہ زمین سے بھی ہاتھ دو بیٹھتے۔لہذا جو کچھ ملا ہے اسی پر شکر کرنا چاہیے اور اس کو پاکستان بنانے کے لئے یہاں پر وحدانی طرز حکومت کو اپنانا چاہیے۔

آئین میں ترمیم کی ضرورت

اس میں شک نہیں کہ موجودہ آئین پاکستان ان لوگوں کو بنایا ہوا ہے کہ جو پہلے نیشنلسٹ تھے یا یونینسٹ تھے یا کانگریسی تھے جو بڑے بڑے جاگیردار اور سرمایہ دار تھے۔ ایک طرح سے انگریزی استعمار کے پروردہ تھے لہذا انہیں ایسا آئین بنانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی جو پاکستان کے سارے عوام کے حقوق کا محافظ ہو۔پس انہوں نے ایسا آئین بنایا جس میں وہ جاگیردار اور سرمایہ دار باری باری برسر اقتدار آتے رہیں لہذا حقیقی آزادی کے حصول کے لئے مغرب کے جمہوری نظام سے نجات حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور مغرب کے جمہوری نظام سے نجات حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے آئین میں ترمیم کی ضرورت جو ہر صورت میں وحدانی طرز کا ہونا چاہیے اور آئین میں ترمیم کے لئے درج ذیل دو نکات کو خصوصی طور پر مدنظر رکھنا چاہیے۔

ا۔ حقیقی آزادی کا حصول

حقیقی آزادی کے حصول کے لئے قائداعظم کے ان چودہ نکات کو خلاصہ کر کے

اس طرح سے قرار دینا چاہیے جس کا بیان ہم نے سابقہ اوراق میں ''مذکورہ چودہ نکات کا ایک بنیادی نکتہ''میں بیان کیا ہے۔

۲۔ قوانین شریعت کا نفاذ

چونکہ پاکستان کے عوام کی اکثریت مسلمان ہے لہذا انہیں اپنے طریقہ پر زندگی بسر کرنے کے لئے خاص طور پر خود ان کے ہر مسلک کی اپنی تعبیر کے مطابق نظام چلانے کی آزادی ہونی چاہیے لہذا پاکستان میں قوانین شریعت کے نفاذ کے لئے ایک بااختیار سپریم نگران کونسل کا قیام ضروری ہے اور اس کے لئے اسلامی مشاورتی کونسل کو فعال بنایا جا سکتا ہے جو پہلے سے موجود ہے اور اس کا تفصیلی بیان آگے چل کر آئے گا

قانون شریعت کے نفاذ کی ذمہ داری

اس میں شک نہیں کہ پاکستان قانون شریعت کے نفاذ کی تمام تر ذمہ داری علماء اور مذہبی و دینی جماعتوں کے اوپر تھی وہ اگر مل کر متحدہ طور پر قانون شریعت کے نفاذ کی جدو جہد کرتے تو وڈیروں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی مرضی اور امریکہ اور مغربی استعماری خواہش اور منفی کردار کے باوجود قانون شریعت کو نافذ کرانے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ مگر وہ آج تک قانون شریعت کے نفاذ کا نام تو لیتی رہی ہیں مگر اس کے لئے انہوں نے آج تک خلوص کے ساتھ کوئی ٹھوس کام نہیں کیا کیونکہ وہ آج تک ایک کھلی ہوئی حقیقت سے آنکھیں بند کر کے علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی کوششوں میں مصروف رہی ہیں اران کے آج تک کے کردار سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ وہ یا تو اپنی جماعت کے ذریعہ اقتدار کی کرسی تک پہنچنے کی کوشش کرتی رہی ہیں یا دوسروں پر غلبہ اور تسلط حاصل کر کے اپنے عقائد ونظریات کو دوسروں پر مسلط کرنے کی تگ ودو میں مصروف نظر آتی ہیں لیکن وہ اس حقیقت سے آنکھیں بند کر کے جدوجہد کرتی رہی ہیں کہ ہر فرقہ اپنے عقائد اور نظریات کو ہی صحیح اور حق سمجھتا ہے اور کوئی بھی فرقہ کسی دوسرے فرقہ کے غلبہ اور تسلط کو قبول نہیں کر سکتا اور نہ کوئی فرقہ کسی دوسرے فرقہ کے عقائد ونظریات وتعبیرات کو قبول کر سکتا ہے جبکہ بعض دینی جماعتوں نے تو

اپنے مخالف فرقے کو ختم کرنے اوران پر اپنے نظریات مسلط کرنے کو ہی اپنا مشن بنالیا ہے اوراسی طرح بعض دینی جماعتیں اپنا غلبہ اور تسلط قائم کرنے کی کوششوں میں لگی ہوئی ہیں اور بعض دفاعی کوششوں میں مصروف ہیں اور یہ بات استعمار کے لئے بھی اور وڈیروں جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور لادینی نظام کے طرفداروں کے لئے بھی بڑی ہی کارآمد ہے اور وہ تمام ہی دینی جماعتوں کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔

قانون شریعت کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ

قانون شریعت کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ خود یہ دینی و مذہبی جماعتیں ہی ہیں کیونکہ وہ بھی قانون شریعت کے نفاذ کے نام سے خود اپنی جماعت کو جو کسی نہ کسی اسلامی فرقے سے تعلق رکھتی ہیں اور ایک مخصوص نظریہ اور اعتقاد کی حامل ہیں اپنے عقائد اور نظریات کو سارے عوام اور دوسرے مسلمہ اسلامی فرقوں پر مسلط کرنا چاہتی ہیں۔ حالانکہ اسلام کے مسلمہ فرقے کوئی آج نہیں بنے بلکہ تقریباً چودہ سوسال سے چلے آرہے ہیں اور وہ سب کے سب خود کو ہی حق پر سمجھتے ہیں لہذا کوئی بھی فرقہ کسی دوسرے فرقے کے غلبہ و تسلط کو اور دوسرے فرقے کے مخصوص عقائد و نظریات کو تسلیم نہیں کرسکتا لہذا اس قسم کی کوشش میں ناکامی کا منہ دیکھنے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔

اس سلسلے میں یہ بات خاص طور پر مدنظر رکھنی چاہیے کہ پاکستان نہ تو ایران کی طرح کی کوئی قدیمی سلطنت ہے اور نہ ہی سعودیہ عربیہ کی طرح کسی خاندان کا مفتوحہ ملک ہے بلکہ اسے تمام اسلامی فرقوں کے لوگوں نے انگریزوں اور ہندوؤں سے اپنی متحدہ جدوجہد کے ذریعہ آزاد کرایا تھا اور اس لحاظ سے اس پر تمام مسلمہ اسلامی فرقوں کا مساوی حق ہے لہذا نہ تو کوئی فرقہ کسی دوسرے فرقے کے غلبہ و تسلط کو تسلیم کرسکتا ہے اور نہ ہی کوئی فرقہ آج کی دنیا میں کسی دوسرے فرقہ کو ختم کرسکتا ہے۔

پس جس نے دوسرے فرقے کو مغلوب کرنے یا اسے ختم کرنے یا اس پر اپنے نظریات تھوپنے یا اس کے مذہبی رسم و رواج، عبادات، آزادی اجتماع، ان کی ثقافت و تعلیم

ان کے عقائد، ان کے نظریات روکنے کی کوشش کی اور اس بات کو اپنا مشن بنایا اس نے دراصل پاکستان کے دوسرے سارے عوام کو آزادی سے محروم کرنے اور ان کو وڈیروں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا غلام اور محکوم بنائے رکھنے اور قانون شریعت کو پاکستان میں ناممکن بنانے اور امریکہ اور مغربی استعمال کا آلہ کار بننے کا مشن اپنایا ہے کیونکہ مغربی استعمار اور امریکی سامراج صرف جاگیرداروں، وڈیروں اور سرمایہ داروں کو ہی اپنا آلہ کار نہیں بناتا بلکہ عوام کو اپنا محکوم اور غلام بنانے کے لئے ایسی دینی جماعتیں جو دوسری دینی جماعتوں پر اپنے غلبہ اور تسلط کی ہوس رکھتی ہیں ان کے زیادہ کام آتی ہیں اور ایسی دینی جماعتیں ہی قانون شریعت کے نفاذ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

پس اگر تمام دینی جماعتیں قانون شریعت کا نفاذ چاہتی ہیں اور پاکستان کے عوام کو حقیقی آزادی سے ہمکنار کرنے کی طلبگار ہیں تو انہیں موسیٰ بدین خود، عیسیٰ بدین خود۔ اور لکم دینکم ولی دین اور لا اکراہ فی الدین کے قرآنی اصولوں کو اپنانا ہوگا۔ اور ایسا طریقہ اختیار کرنا ہوگا جس میں ان کے لئے آزادی اور قانون شریعت کے نفاذ کا کام آسان ہوجائے اور ایسے طریقہ سے احتیاط اور پرہیز کرنا ہوگا جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ اپنے عقیدہ اور اپنے نظریہ اور اپنی فقہ اور اپنی تعبیرات کو دوسروں پر مسلط کرکے اپنا غلبہ چاہتی ہیں کیونکہ ایسا کرنے سے ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اکثریت حق کی دلیل نہیں ہے

بعض دینی جماعتیں اپنی اکثریت کو دلیل بناتی ہیں۔ حالانکہ اگر اکثریت دلیل حق ہوتی تو ہندوستان میں تو اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ لہٰذا مسلمانوں کو اپنے لئے کسی حق کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے تھا اور اکثریتی جماعت ہندو کانگریس کی بات تسلیم کرلینی چاہیے تھی۔ پس ہندوستان کی تقسیم اور پاکستان کا قیام خود ان کی اس منطق کے خلاف ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اکثریت حق کی دلیل نہیں ہے۔ خصوصاً دین و مذہب کے معاملہ میں۔ مثال کے طور پر ایک ایسا ملک ہے جہاں عیسائی اکثریت میں ہیں اور مسلمان اقلیت میں۔ عیسائیوں

کے نزدیک عیسیٰ خدا ہیں اور بعض کے نزدیک عیسیٰ خدا کا بیٹا ہیں ۔لیکن مسلمانوں کے نزدیک نہ عیسیٰ خدا ہیں نہ ہی خدا کا بیٹا ہیں ۔وہ صرف خدا کے ایک برگزیدہ بندے ہیں اور باقی کے تمام پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں ۔اب اگر کوئی ایسا عیسائی ملک جو اکثریت میں ہو اپنی مسلمان اقلیت سے یہ چاہے کہ وہ عیسےٰ کو خدا یا خدا کا بیٹا مانیں ورنہ انہیں 80 کوڑے لگائے جائیں گے اور 14 سال کی سزا دی جائے گی تو کیا کوئی مسلمان ایسے قانون کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا ہرگز نہیں!

پس دین و مذہب کے معاملہ میں کسی بھی اقلیت کو کسی بھی اکثریت کی بات نہیں ماننی چاہیے دین و مذہب کے معاملہ میں تو دو ہی راستے ہیں ۔یا ہندوستان کی تقسیم کی طرح ملک میں سے اپنا حصہ علیحدہ کرائے یا جبر و ظلم کی صورت میں وہاں سے ہجرت کر جائے اور ہرگز ہرگز اکثریت کی بنیاد پر کسی دوسرے مذہب کی غلط بات کو تسلیم نہ کرے۔

اور قرآن کریم کے نزدیک بھی اکثریت حق کی دلیل نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں بہت سی آیات میں اکثریت کی مذمت وارد ہوئی ہے ان میں سے صرف دو آیات بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں ۔

نمبر ا۔ سورہ الانعام میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

''اگر تم زمین سے رہنے والوں میں سے اکثریت کی بات مان لو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے''۔ (الانعام ۔116)

نمبر ۲۔ اور سورہ یوسف میں اس طرح ارشاد ہوا ہے کہ:

''اے پیغمبر تم چاہے جتنا بھی چاہو لیکن لوگوں کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں ہے''۔

بہر حال اسلام حق و باطل کا قائل ہے اور اقلیت کے لئے دین و مذہب کے بارے میں کسی اکثریت کی بات ماننے کا قائل نہیں ہے اور اہل حق ہمیشہ ہی اقلیت میں رہے ہیں ۔لہٰذا اسلام اہل حق کی اقلیت کو باطل کی اکثریت کی روش پر چلنے اور اس کی اطاعت

قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

خداوقرآن و رسول واسلام تو یہ کہتے ہیں کہ دین میں کوئی جبرواکراہ نہیں ہے۔اور خدا خود پیغمبرؐ سے یہ اعلان کرارہا ہے کہ تم کافروں سے یہ کہہ دو کہ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین پس مسلمانوں کا کوئی فرقہ کسی دوسرے فرقہ پر اپنے اعتقادات اپنے نظریات اپنی تعبیرات اوراپنی فقہ تھوپنے کا کیا حق رکھتا ہے۔

البتہ یہ بات مسلمہ ہے کہ ہر فرقہ خود کوہی حق پر سمجھتا ہے۔لہذا دانائی اور ملکی سلامتی کا تقاضا یہی ہے کہ کسی پر کسی قسم کے غلبہ کا خیال دل میں نہ لائیں اور صرف اپنے اوپر ہی اپنی فقہ کو نافذ کرائیں اور کسی دوسرے پر اپنی فقہ اپنے اعتقادات اپنے نظریات اپنی تعبیرات تھوپنے کی کوشش نہ کریں اور ہندو کے تعصب اور ہٹ دھرمی والی بات نہ کریں جس سے ان کا ملک تقسیم ہوگیا اور ایک علیحدہ ملک پاکستان کے نام سے معرض وجود میں آگیا۔

دین کی طرف بلانے کا طریقہ

اسلام دین کے معاملہ میں ہرگز ہرگز جبر کا قائل نہیں ہے۔اور جزاوسزا کا معاملہ اس نے آخرت پر رکھا ہے۔لہذا اسلام نہ تو کسی کو یہ اجازت دیتا ہے کہ دین حق کی طرف بلانے کے لئے کوئی کسی پر جبرواکراہ کرے اور نہ ہی اسلام جبر و کرام کے ذریعے دوسرے مذاہب والوں کوختم کرنے کا قائل ہے اس قسم کا نظریہ رکھنے والوں نے دراصل دین اسلام کو بدنام کیا ہے اورقرآن کریم کی بہت سی آیات اس موضوع پر گواہ ہیں چنانچہ خداوندتعالیٰ سورہ البقر میں ارشادفرماتا ہے کہ:

''دین میں کوئی زبردستی اور جبرواکراہ نہیں ہے۔یقیناً ہدایت گمراہی سے الگ ظاہر ہوگئی ہے پس جوشخص طاغوت کا منکر ہواوراللہ پر ایمان لایا ہواس نے بیشک مضبوط رسی پکڑلی''۔ سورۃ البقرہ آیت 256

اورسورہ یونس میں ارشادہوتا ہے:

''اوراگرتمہارا پروردگار چاہتا تو زمین میں جتنے بھی ہیں وہ سب کے سب ایمان

لے آتے تو پھر کیا تم لوگوں کو زبردستی اس بات پر مجبور کرو گے کہ وہ ایمان لے آئیں"

سورہ یونس آیت 99

مذکورہ دونوں آیات سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہے کہ خداوند تعالیٰ دین حق قبول کرنے کے لئے ہرگز ہرگز زبردستی اور جبر و اکراہ کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ اس نے اپنے دین کے راستے پر بلانے اور دین حق کی تبلیغ کے لئے قرآن کریم میں خود اپنے پیغمبرؐ کو بھی یوں حکم فرمایا ہے کہ:

"تم اپنے پروردگار کے راستے کی طرف حکمت و دانائی اور اچھی نصیحتوں کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقہ سے بحث و مباحثہ کرو جو بہت ہی اچھا اور احسن ہو۔ بیشک خدا ان سے بھی خوب واقف ہے جو راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں اور ان سے بھی خوف واقف ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔ (سورہ النحل آیت۔125)

پس اگر کوئی اپنے عقائد و نظریات کی تبلیغ کرنا چاہے تو وہ اس طرح سے کرے جس طرح سے خدا نے قرآن میں حکم دیا ہے کیونکہ ہر انسان دین و مذہب کو آخرت میں اپنی نجات کے لئے اختیار کرتا ہے۔ لہذا وہ اس معاملہ میں بالکل آزاد ہے کہ وہ جس راستہ کو اپنی آخرت کی نجات کے لئے صحیح سمجھتا ہے اسے اختیار کرے جب خدا جبر اور زبردستی کا قائل نہیں ہے اس کا رسول جبر و اکراہ کا قائل نہیں ہے تو تم جبر کیوں کرتے ہو۔ تم زبردستی کیوں کرتے ہو، تم صرف اپنی فکر کرو اور یہ دیکھو کہ تم خود درست ہو یا نہیں تا کہ تم آخرت میں نجات پاؤ۔ تم سے آخرت میں دوسروں کے بارے میں نہیں پوچھا جائیگا کہ تم نے یہ بات دوسروں سے زبردستی کیوں نہ منوائی۔

اکثر دینی جماعتوں کی آج تک کی کارکردگی

اکثر دینی جماعتیں قیام پاکستان کے آغاز سے ہی سیاست کے میدان میں ہیں لیکن ان کی کارکردگی حصول آزادی اور قانون شریعت کے نفاذ کے سلسلہ میں بالکل صفر کے برابر ہے اور اس کا اندازہ 1993 کے انتخابات سے لگایا جا سکتا ہے کیونکہ 1993ء کے

نتائج کو دیکھ کر پاکستان کے اخبارات میں ایک شور برپا ہوگیا کہ پاکستان میں عوام نے دینی جماعتوں کو مسترد کردیا ہے اور دونوں بڑی غیر دینی سیاسی جماعتوں کے سرکردہ حضرت بھی بڑے طمطراق کے ساتھ یہی نعرہ لگا رہے ہیں کہ پاکستانی عوام نے دینی جماعتوں کو مسترد کردیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ 1993ء میں یہ کوئی نئی بات نہیں ہوئی تھی، بلکہ پاکستان بننے کے بعد سے ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ لیکن اس وقت ان کا یہ اندازہ اس وجہ سے تھا اور اتنے زور وشور کے ساتھ ان کا یہ نعرہ اس بناء پر تھا کہ بریلوی مسلک کے دو بزرگ ترین علماء یعنی شاہ احمد نورانی صاحب تین نشستوں پر انتخاب لڑے اور تینوں پر ہار گئے اور مولانا عبدالستار خاں نیازی دو نشستوں پر انتخاب لڑے اور دونوں پر ہار گئے۔ اسلامی فرنٹ کے قائد و رہنما قاضی حسین احمد جو جماعت اسلامی کے امیر و رہنما و سربراہ ہونے کی حیثیت سے حنفی المذہب اور قریب قریب دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں تین نشستوں پر انتخاب لڑے اور ایک بھی نشست پر کامیاب نہ ہوسکے۔ چنانچہ اس سے پاکستان کی دونوں غیر دینی جماعتوں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ پاکستانی عوام نے تمام دینی جماعتوں کو مسترد کردیا ہے۔ عالمی استعمار نے بھی یہ سمجھ لیا کہ پاکستان کے عوام کی اکثریت دینی جماعتوں کو پسند نہیں کرتی لہذا وہ بھی یہی دعویٰ کرتی ہیں کہ پاکستان کے عوام کی اکثریت نے تمام دینی جماعتوں کو مسترد کردیا ہے اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ گویا پاکستان کے عوام کی اکثریت نے دین اسلام اور شریعت اسلامی کے قوانین کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہے اور یہ بات پاکستان کے سچے مسلمانوں کی بہت بڑی توہین ہے، دین اسلام کی تحقیر اور تذلیل کے مترادف ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تمام دینی جماعتوں کی آج تک کی کارکردگی صفر کے برابر ہے۔ اگر وہ محض زبانی کلامی یہ نہ کہتیں کہ خدا کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے اور اس کی حکومت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ بلکہ عملاً شروع دن سے مغرب کے اس جمہوری آئین کو قبول نہ کرتیں اور مغرب کے اس جمہوری نظام کے تحت ہرگز ہرگز الیکشن نہ لڑتیں۔

جس میں ایک طرف کوئی جاگیردار اور نواب ہوتا ہے اور دوسری طرف ایک دیندار مولوی کہلانے والا جسے جاگیردار اپنا کمی سمجھتے ہیں اور سارے کے سارے عوام اس جاگیردار کی رعایا ہوتے ہیں۔ کیا ایسے ووٹ نظریاتی ہوسکتے ہیں یا وہ شخصیات کے ہوتے ہیں۔ اگر یہ دینی جماعتیں قائداعظم کے چودہ نکات کوخلاصہ کرا کے آئین میں شامل کرانے کی کوشش کرتیں اور متناسب نمائندگی کے تحت شخصیات کی بجائے جماعتوں کونظریاتی بنیاد پر ووٹ ڈالے جاتے تو نہ تو مولانا شاہ احمد نورانی صاحب بری طرح ہارتے نہ مولانا عبدالستار خاں نیازی صاحب ہارتے اور نہ ہی قاضی حسین احمد صاحب شکست سے دوچار ہوتے۔ اور قانون شریعت کے نفاذ کی بھی کوئی نہ کوئی صورت نکل آتی۔ اور اس طرح وہ پاکستان کے سچے مسلمانوں کی توہین اسلام کی تحقیر کا اور دین کی تذلیل کا بھی سبب نہ بنتے۔ لیکن ان تمام جماعتوں نے آج تک صرف سیٹوں کی بھیک مانگ کر کسی نہ کسی طرح چند نشستیں حاصل کر کے اسمبلیوں تک پہنچنے کو غنیمت سمجھا ہے۔ یا آپس میں لڑنے اسلام کے مسلمہ فرقوں پر غلبہ حاصل کرنے اور اپنے نظریات تعبیرات اعتقادات اور فقہ کو دوسروں پر مسلط کرنے کا منصوبہ بناتے رہے ہیں۔ اور موجودہ آئین کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے نتیجے میں نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ انہوں نے بھی مغرب کے جمہوری نظام کو ہی دین سمجھ لیا ہے۔

اب بھی وقت ہے کہ تمام دینی جماعتیں سیٹوں کی سیاست کرنے کی بجائے تمام مسلمہ اسلامی فرقوں کا مساوی طور پر حق تسلیم کرتے ہوئے انہیں ساتھ لے کر چلیں۔ اور صرف مغرب کے اس جمہوری نظام کو تبدیل کرنے کی کوشش کریں جو علامہ اقبال کے فرمودات کے مطابق فرعونیت ہے اور استبداد ہے تاکہ مغرب کے جمہوری نظام کے ماتحت ان کے الیکشن لڑنے سے پاکستان کے سچے مسلمانوں کی جو توہین، اسلام کی جو تحقیر اور دین کی جو تذلیل ہو رہی ہے وہ نہ ہو۔

اسلام کی توہین اور دین کی تذلیل کا مداوا

عالمی استعماران لوگوں کے ذریعہ جو مسلمان ہونے کے باوجود دینی اقتدار میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے اور اپنے شخصی اثر ورسوخ سرمایہ یا گروہی طاقت کے ذریعہ ہر الیکشن میں کامیابی کی اجارہ داری رکھتے ہیں ۔ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ پاکستان کی اکثریت نے دینی جماعتوں کو مسترد کردیا ہے اور اس سے مراد ان کی یہ ہے کہ گویا پاکستان کے عوام کی اکثریت نے دین اسلام اور شریعت اسلامی کے قوانین کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہے یہ بات پاکستان کے سچے مسلمانوں کی بہت بڑی توہین ہے اسلام کی تحقیر ہے اور دین کی تذلیل ہے۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ دینی جماعتیں بھی زبانی کلامی ہی یہ کہتی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی حاکم نہیں اور اس کی حکومت میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے۔لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کے سروں پر بھی ہوس اقتدار کا وہی بھوت سوار ہے جو دوسروں کے سروں پر سوار ہے۔لیکن اگر پاکستان کی تمام دینی جماعتیں قائداعظم کے چودہ نکات پر متفق ہوجائیں ۔ جس کا مطالبہ آل انڈیا مسلم لیگ نے ہندوستان کی سیکولر حکومت سے کیا تھا ۔اور ان چودہ نکات کا اس طرح سے خلاصہ کرکے آئین کا حصہ بنایا جاتا جس کا بیان ہم نے سابقہ اوراق میں "چودہ نکات کا ایک بنیادی نکتہ" کے عنوان کے تحت کیا ہے،تو یقیناً پاکستان کے سچے مسلمانوں کی توہین، اسلام کی تحقیر اور دین کی تذلیل نہ ہوتی اور اس میں بنیادی بات یہی ہے کہ ہر کسی کو اس کا حق دیا جائے اور کوئی بھی اپنی من مانی کرکے اپنا غلبہ وتسلط جمانے کی کوشش نہ کرے چاہے وہ سیکولر سیاستدان ہوں یا مذہبی وفقہی مسالک یا غیر مسلم اقلیتیں ۔ہر کسی کو اس کا حق دیا جائے اور کسی کا حق نہ مارا جائے ۔ بلکہ آل انڈیا مسلم لیگ کے وہ چودہ نکات جو قائداعظم نے پیش کئے تھے کی روح کے مطابق جسے ہم نے اپنے سابقہ عنوان چودہ نکات کا ایک بنیادی نکتہ میں بیان کیا ہے پاکستان میں پورے طور پر عملدرآمد کرایا جائے تو پاکستان کے قیام کا صحیح معنوں میں مقصد پورا ہوگا۔اور مسلمانوں کی توہین اسلام کی تحقیر اور دین کی جو تذلیل ہورہی ہے اس کا بھی مداوا ہوسکے گا۔ ہر کسی کو اس کا حق ملے گا اور کسی کی حق تلفی نہ ہوگی اور عالمی استعمار کو بھی پتہ چل جائے گا کہ ان کا اندازہ غلط تھا لیکن جب تک تمام

دینی جماعتیں صرف سیٹوں کی سیاست کرتی رہیں گی یا دینی جماعتوں میں سے ہر جماعت اس کوشش میں لگی رہے گی کہ وہ برسر اقتدار آئے اور پاکستان کے عوام پر اپنی مرضی سے حکومت کرے اس وقت تک عالمی استعمار، اسلام کا مذاق اڑاتا رہے گا اور دین کی توہین کرتا رہے گا اور ہر ایک کو اس کا حق دیئے بغیر اور اپنے سر سے اقتدار اور حکمرانی کا بھوت اتارے بغیر حتمی طور پر ایسا ہوتا رہے گا اور عالمی استعمار اپنے گماشتوں کے ذریعہ مملکت خدا داد پاکستان پر مسلط رہے گا۔

دینی جماعتوں کا غیر اصولی اتحاد

پاکستان میں اس وقت دو بڑی سیاسی جماعتیں ہیں ایک مسلم لیگ (ن) اور دوسری پیپلز پارٹی اور تمام دینی جماعتوں کا ان دونوں بڑی سیاسی جماعتوں میں سے کسی بھی سیاسی جماعت سے اتحاد قطعی طور پر غیر اصولی ہے کیونکہ یہ دونوں بڑی جماعتیں مغرب کے اسی جمہوری نظام کی طرفدار ہیں جو حقیقت میں وہی قیصری ہے وہی دیو استبداد ہے جو جمہوری قبا پہن کر ناچتا ہے اور وہی فرعونیت ہے جو جمہوریت کا لباس پہن کر سامنے آتا ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے اپنے اشعار میں واضح طور پر بیان کیا ہے۔

علامہ اقبال نے مغرب کے جمہوری نظام کے تحت کرسی اقتدار تک پہنچنے والے سیاستدانوں کا کردار بچشم خود دیکھا ہے انہوں نے ان سیاستدانوں کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر کہا ہے اور اب ہر کوئی اس بات کا مشاہدہ کر رہا ہے بنابریں کسی بھی دینی جماعت کا ان دونوں سیاسی جماعتوں میں سے کسی بھی سیاسی جماعت کا ساتھ دینا ابلیس کا ساتھ دینا ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے۔

ے جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہ افلاک

اور مغرب کی جمہوریت تو ایک فرعون کو ہٹا کر دوسرے فرعون کو اپنے اوپر مسلط کرنے والی بات ہے۔ سوائے اس صورت کے کہ یہ ساتھ دینا مغرب کے اس جمہوری

نظام کو بدلنے کے لئے ہو۔

لیکن یہ سیاسی جماعتیں ہرگز ہرگز اس بات کے لئے تیار نہیں ہوسکتیں۔اور یہ سیاسی جماعتیں ہرگز ہرگز ایسی ترمیم کے لئے آمادہ نہیں ہوسکتیں، یہ سیاسی جماعتیں ہمیشہ دینی جماعتوں کو دھوکہ دیتی رہی ہیں اور دھوکہ دیتی رہیں گی۔لہذا ہرگز ہرگز کسی سیاسی جماعت کے دھوکہ میں نہ آنا چاہیے خصوصاً مغرب کے جمہوری نظام کو اپنانے میں تعاون کے سلسلے میں۔اگر پاکستان سے مغرب کے جمہوری نظام کو ختم کرنے اور پاکستان میں وحدانی طرز حکومت رائج کرانے کے لئے کوشش کی جائے تو یہ بہت ہی بڑا جہاد ہوگا۔

تمام دینی جماعتوں کے لئے تخلیق پاکستان کی تاریخ میں قدم قدم پر ایک سبق اور ایک عبرت ہے چنانچہ یہ بات تخلیق پاکستان کی تاریخ کا ایک حصہ ہے کہ جب مسلم لیگ کی طرف سے ہندوستان کو تقسیم کر کے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا گیا تو کانگریس کی طرف سے اس موضوع پر گاندھی نے قائداعظم سے مذاکرات کئے ان میں گاندھی نے اس مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے تیسرے نکتہ میں یہ تجویز پیش کی کہ:

"اگر ہندوستان کی تحریک آزادی کامیاب ہوجاتی ہے انگریز چلے جاتے ہیں تو تقسیم کا عمل شروع کرنے میں کوئی عار نہیں ہے"۔

تخلیق پاکستان از رانا فاروق ملک ص 549

آزادی پہلے اور تقسیم بعد میں کا نعرہ گاندھی کی پالیسی تھی۔لیکن قائداعظم نے گاندھی کی اس تجویز کو کہ آزادی پہلے تقسیم بعد میں کو تسلیم نہیں کیا اور قطعی طور پر مسترد کر دیا اور "تقسیم پہلے اور آزادی بعد میں" کے مطالبہ پر ڈٹ گئے لہذا تمام دینی جماعتوں کو اس بات پر ڈٹ جانا چاہیے کہ مغرب کے اس جمہوری نظام کو ہر صورت میں بدلنا ہے اور پاکستان میں وفاقی نہیں وحدانی طرز حکومت ہوگا اور موجودہ آئین کے تحت کسی بھی انتخاب کو تسلیم نہ کیا جائے گا اور نہ ہی مغرب کے جمہوری نظام کے تحت منتخب ہوکر برسراقتدار آنے والوں کی حکومت کو مانا جائیگا۔

اور پاکستان کے تمام دیندار عوام کو بھی یہ سمجھ لینا چاہیے کہ موجودہ آئین کے تحت مغرب کے جمہوری نظام کے لئے جتنی حکومتیں بنیں وہ سب کے سب چور، لٹیرے، اور ڈاکو ثابت ہوئیں اور یہ بدعنوانی اور کرپشن کے الزام میں برطرف ہوتی رہیں۔ لہٰذا اس چوری اور لوٹ مار اور ڈکیتی کا ثواب ووٹ دینے والے عوام کے حصہ میں بھی آتا ہے۔ کیونکہ یہ انہیں کے ووٹوں سے منتخب ہو کر حکومت بناتے ہیں اور اپنا ہاتھ دکھاتے ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ہیئت ترکیبی

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ہیئت حاکمہ تین اداروں پر مشتمل ہوگی

۱۔ مقننہ ۲۔ انتظامیہ ۳۔ عدلیہ

یہ تینوں اپنے مقام پر مستقل ہوں گے اور ان کے درمیان ربطہ صدر مملکت کے ذریعہ ہوگا۔

مقننہ قومی اسمبلی کے ذریعہ کام کرے گی۔ جس کی عوام کی طرف سے غیر جماعتی بنیاد پر عوام کی طرف سے منتخب نمائندوں سے تشکیل ہوگی اور قومی اسمبلی کے پاس شدہ قوانین کو نگران سپریم کونسل کی منظوری کے بعد جس کا بیان آگے آئیگا۔ انتظامیہ اور عدلیہ کے پاس نفاذ کے لئے بھیج دیا جائے گا۔

انتظامیہ اپنے کاموں کو صدر مملکت، اور وزیر اعظم کے ذریعہ انجام دے گی عدلیہ عدالت گاہوں کے ذریعہ اپنے کاموں کو سرانجام دے گی اور اسے سب کے حقوق کے تحفظ اور عدل وانصاف کے قائم و جاری رکھنے اور حدود خداوندی کے اجراء کے لئے کام کرنا ہوگا۔

مقننہ: قومی اسمبلی کی تشکیل غیر جماعتی بنیاد پر عوام کے نمائندوں سے ہوگی جن کو عوام نے اپنے ووٹ سے انتخاب کیا ہو۔ قومی اسمبلی میں نمائندگی کی مدت پانچ سال ہوگی اور پچھلی مدت کے ختم ہونے سے پہلے ہی قومی اسمبلی کے انتخابات ہونے چاہئیں تاکہ ملک کسی بھی وقت بغیر اسمبلی کے نہ رہے۔ قومی اسمبلی کے ممبروں کی تعداد حسب سابق ہوگی قومی اسمبلی کے ممبران کو درج ذیل حلف اٹھانا ہوگا اور اس حلف نامے کے متن پر دستخط کرنے ہوں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں ....قرآن مجید کے سامنے اللہ تعالٰی کی قسم کھاتا ہوں اور انسانی شرافت کے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ میں اسلامی اقدار کی پاسبانی کروں گا اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے بنیادی مقاصد اور سلامتی کا محافظ رہوں گا۔ اور جس امانت کو عوام نے میرے سپرد کیا ہے اس کی ایک امین کی طرح پاسداری کروں گا اور نمائندگی کی ذمہ داریوں کا پورا کرنے کے لئے امانت وتقویٰ کا لحاظ رکھوں گا۔ صرف اور صرف اپنی تنخواہ پر قناعت کروں گا نہ رشوت لوں گا نہ کمیشن لوں گا اور نہ کسی قسم کی کرپشن کروں گا ہمیشہ ملک کے استقلال و استحکام وترقی وعوام کی خدمت اور ان کے حقوق کی حفاظت کا پابند رہوں گا اور ملک کے آئین کا وفادار رہوں گا۔ اپنے گفتار وتحریر و اظہار رائے میں ملک کے استحکام و استقلال لوگوں کی آزادی اور ان کی مصلحتوں اور مفادات کو مدنظر رکھوں گا۔

قومی اسمبلی عام مسائل کے لئے آئین کی حدود میں رہتے ہوئے قانون بنائیگی قومی اسمبلی ایسے قوانین نہیں بنا سکے گی جو ملک کے آئین، مذہب یا بنیادی آئین کے منافی ہو اس کی تشخیص نگران سپریم کونسل کرے گی۔ اسمبلی کا ہر ممبر عوام کے سامنے جواب دہ ہوگا اسمبلی کے ممبران اپنی نمائندگی کے فرائض انجام دینے میں اپنی رائے کا اظہار کرنے میں آزاد ہوں گے اور اسمبلی میں ظاہر کی جانے والی رائے یا اپنے وظیفہ یا نمائندگی کے فرائض کے انجام دہی کے دائرے میں اظہار رائے پر کوئی سرزنش نہیں ہوگی۔

انتظامیہ۔ مبحث اول صدر مملکت

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وحدانی حکومت کا صدر لوگوں کی براہ راست ووٹنگ سے چار سال کے لئے منتخب ہونا چاہیے اس کے بعد بلا فاصلہ دوبارہ ایک مرتبہ صدر منتخب ہوسکتا ہے جس کے لئے یہ شرط ہوگی کہ پاکستان کی وحدانی حکومت چلانے کا اہل ہو۔ مدبر و مدیر ہو جس کا ماضی بے داغ ہو اور وہ امانت وتقویٰ کا مالک ہو ختم نبوت کا قائل اور اسلام کے کسی بھی مسلمہ فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ صدارتی امیدواروں کا اعلان انتخابات کے شروع

ہونے پر ہونا چاہیے اور صدر کا انتخاب ووٹ دینے والوں کی واضح اکثریت سے ہوگا اگر پہلے مرحلہ میں کوئی امیدوار واضح اکثریت حاصل نہ کر سکے تو دوسرے مرحلہ میں صرف دو ایسے امیدواروں میں مقابلہ ہوگا جنہوں نے پہلے مرحلہ میں زیادہ ووٹ حاصل کئے ہیں۔

صدارتی انتخاب کی نگرانی نگرانی سپریم کونسل کے ذمہ ہوگی اور نئے صدارتی انتخاب سابق صدر کی مدت صدارت ختم ہونے سے ایک ماہ پہلے انجام پائیں گے۔ نئے صدر کے منتخب ہونے اور سابق صدر کی مدت ختم ہونے کے بعد جو فاصلہ ہوگا اس میں سابقہ صدر صدارتی ذمہ داریاں پوری کرتا رہے گا۔

صدر مملکت کسی باصلاحیت، بے داغ فرد کو وزیر اعظم کے لئے نامزد کریں گے اور قومی اسمبلی سے منظوری لینے کے بعد انہیں وزیر اعظم بنادیا جائے گا۔ وزراء کا تقرر وزیر اعظم کی نامزدگی اور صدر کی منظوری سے ہوگا اور قومی اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرنا ہوگا۔ وزیر اعظم کو جب تک قومی اسمبلی کا اعتماد حاصل رہے گا وہ اپنے عہدے پر فائز رہیں گے اور حکومت کا استعفیٰ صدر کو پیش کرنا ہوگا اور نئی حکومت بننے تک وزیر اعظم اپنی ذمہ داریاں انجام دیتے رہیں گے۔

صدر مملکت، وزیر اعظم اور وزرا اعظم پر الزامات عائد ہونے کی صورت میں اسمبلی کو اس کی اطلاع دی جائے گی اور عدالت میں اس کی سماعت ہوگی۔

کونسلیں

چونکہ پاکستان کا آئین وحدانی ہوگا اس لئے سینٹ کے ادارہ کو قطعی طور پر ختم کرنا ہوگا جسے صوبوں کی نمائندگی کے لئے بنایا گیا ہے سینٹ کے بجائے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وحدانی حکومت میں ہر ڈویژن میں صدر کا نمائندہ بطور گورنر فرائض سرانجام دے گا اور ہر ڈویژن میں ایک ڈویژن کونسل اور ہر ضلع میں ایک ڈسٹرکٹ کونسل اور ہر تحصیل میں تحصیل کونسل اور دیہات میں یونین کونسلیں ہوں گی ڈویژن کونسلیں گورنر کو مشورہ دیں گی اور گورنر صدر کے نمائندہ کی حیثیت سے ان کے مشورہ سے کام کرے گا ان کونسلوں کے فیصلے اسلام

اور ملک کے قوانین کے مخالف نہیں ہونے چاہئیں۔

عدلیہ

عدالتوں میں قانون کے صحیح اجراء کی دیکھ بھال اور ان ذمہ داریوں کو صحیح انجام دینے جوان پر قانون کے مطابق ڈالی گئی ہے اس کام کے لئے ایک ملک کی وحدانی حکومت کی سپریم کورٹ ہوگی اور ہر ڈویژن میں ایک ہائیکورٹ ہوگی جوملکی قانون کے مطابق فیصلے کرے گی اور ہر ضلع وتحصیل کی سطح پر سول کورٹس بنائی جائے گی۔

ایک بااختیار سپریم اسلامی نگران کونسل کا قیام

قوانین شریعت کے نفاذ کے لئے ضروری ہے کہ ایک سپریم اسلامی نگران کونسل کا قیام عمل میں لایا جائے سپریم اسلامی نگران کونسل کوئی نیاادارہ نہیں ہوگا بلکہ موجودہ اداروں میں سے ہی اسلامی مشاورتی کونسل کوجوموجودہ صورت میں ایک بے مصرف ادارہ ہے ختم کردیا جائے گااوراس کی جگہ سپریم اسلامی نگران کونسل کا قیام عمل میں لایا جائیگااورپاکستان میں رہنے والے چاروں مسالک یعنی بریلوی، دیوبندی، جعفری اوراہل حدیث کے مساوی جید علماء پر مشتمل ہوگی۔جس کا کام موجودہ اسلامی مشاورتی کونسل کی طرح صرف مشورہ دینانہیں ہوگا بلکہ یہ ایک اعلیٰ اختیارات کا حامل ادارہ ہوگا۔اوراس کا کام قومی آمبلی کے پاس کردہ قوانین کی جانچ پڑتال ہوگا۔یعنی ہروہ قانون جسے قومی آمبلی پاس کرے گی اسے آخر میں سپریم اسلامی نگران کونسل کے پاس بھیجا جائے گا۔چونکہ قومی آمبلی میں عوامی نمائندے ہوں گے۔جن کا

اسلامی فقہ میں ماہر ہونا لازمی نہیں ہے لیکن سپریم اسلامی نگران کونسل کے ممبران کے لئے اسلامی فقہ میں ماہر ہونا لازمی ہوگا پس اگر سپریم اسلامی نگران کونسل کے نزدیک وہ قانون اسلام کے خلاف نہ ہوگا تو وہ اسے پاس کرکے توثیق کے لئے صدر مملکت کے پاس بھیج دے گی دوسری صورت میں اسے اسلام کے مطابق بنانے کے لئے قومی اسمبلی میں واپس بھیج دے گی ۔ گویا سپریم اسلامی نگران کونسل ایک بااختیار بالا دست ادارہ ہوگا جسے قومی اسمبلی پر بالا دستی حاصل ہوگی اور ہر قانون کے لئے سپریم اسلامی نگران کونسل کی منظوری لازمی ہوگی جو قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی اپنی فقہ کی تعبیر کے مطابق اس پر غور کرے گی ۔

سپریم اسلامی نگران کونسل کی ہیئت ترکیبی اور حق استرداد

سپریم اسلامی نگران کونسل کے کم از کم چالیس ممبران ہوں گے اور پاکستان کے چاروں مسالک یعنی بریلوی، دیوبندی، جعفریہ اور اہل حدیث سے دس دس ممبر لئے جائیں گے اور ہر مسلک کے دسوں ممبر اپنے اپنے مسلک کے علماء کا ایک صدر منتخب کریں گے سپریم اسلامی نگران کونسل کی میعاد چار سال ہوگی اور چاروں صدر باری باری ایک ایک سال سپریم اسلامی نگران کونسل کے چیئرمین کے طور پر کام کریں گے۔ جس قانون کے بارے میں سپریم اسلامی نگران کونسل یہ فیصلہ دے دی گی کہ یہ قانون اسلام کے خلاف نہیں ہے وہ صدر مملکت کے پاس توثیق کے لئے بھیج دیا جائیگا اور صدر مملکت کے رسمی دستخط کے بعد وہ قانون نافذ ہو جائے گا۔

لیکن اگر سپریم اسلامی نگران کونسل کے ممبروں میں سے کسی مسلک کے ممبروں کے نزدیک وہ قانون اس کے مسلک کے خلاف ہوگا تو وہ ان مسالک کے لوگوں پر لاگو نہیں ہوگا۔ اور جس مسلک کے ممبران اس قانون کے موافق ہوں گے وہ قانون صرف ان کے مسلک کے لوگوں پر لاگو ہوگا۔

اور یہ بات 1928 میں مسلمانوں کی طرف سے پیش کردہ چودہ نکات میں سے نکتہ نمبر 8 یعنی ''حق استرداد'' کے عین مطابق ہوگی جو یہ ہے کہ:

''مجالس قانون ساز کو کسی ایسی تحریک یا تجویز منظور کرنے کا اختیار نہ ہو جسے کسی

قوم کے تین چوتھائی ارکان اپنے قومی مفادات کے حق میں مضر سمجھیں اور مذکورہ تجویز آل پارٹیز کانفرنس منعقدہ 31 دسمبر 1928 کے نکتہ نمبر 2 کے بھی عین مطابق ہے جو یہ ہے کہ:

''کوئی قرارداد، تحریک یا ترمیم جس کا تعلق فرقہ وارانہ معاملات سے ہو اس وقت تک مرکز اور صوبائی اسمبلی میں پیش نہ کیا جائے جب تک اس اسمبلی میں ہندوؤں یا مسلمانون کے ارکان کی تین چوتھائی اس کے حق میں نہ ہو''۔

یعنی جو حق ہندوستان میں مسلمان خود مانگتے تھے وہی حق پاکستان میں ہر مسلک کو دے دیا جائے سپریم اسلامی نگران کونسل بھی ملک کی حاکم نہیں ہوگی بلکہ وہ اپنے علم فقہ اور قرآن وحدیث کی روشنی میں صرف یہ فیصلہ کرے گی کہ کس مسلک کے نزدیک قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کی اپنی تعبیر کے مطابق کوئی قانون ان کے مسلک کے خلاف تو نہیں ہے۔ایسا حکم شرع خدا کے حکم کی صورت میں نافذ ہوگا نہ کہ سپریم نگران کونسل کے حکم کی صورت میں۔

سپریم اسلامی نگران کونسل کے انتخاب کا طریقہ کار

سپریم اسلامی نگران کونسل کے ممبران کا انتخاب اس طریقہ سے نہیں ہونا چاہیے جس میں حکمران درباری قسم کے، یا ان کی ہاں میں ہاں ملانے والے خوشامدی علماء کا انتخاب کرلیا کرتے ہیں۔چونکہ اس کونسل کے ممبر علماء کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم وفضل، تقویٰ و پرہیز گاری، معاملہ فہمی اور فقہی مسائل کے جاننے میں سب سے افضل اور سب سے بڑھ کر ہوں۔اس لئے ان کا انتخاب ملک بھر کے جید علماء میں سے اس طریقہ کار کے مطابق ہونا چاہئے جس سے ہر مسلک کے ایسے علماء کا انتخاب ہو سکے، جو علم وفضل تقویٰ و پرہیز گاری، تدبر و معاملہ فہمی اور اپنے مسلک کے فقہی مسائل میں سب سے افضل اور سب سے بڑھ کر ہوں۔اور ایسا انتخاب اس مسلک کے علماء ہی بہتر طور پر کر سکتے ہیں جس کا طریقہ کار بھی ہر مسلک کے علماء کو خود ہی وضع کرنا چاہیے۔

اس طریقہ سے منتخب شدہ سپریم اسلامی نگران کونسل وہ با اختیار بالادست ادارہ ہوگا جس کے قومی اسمبلی کے منظور کردہ مسودہ قانون کو یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ قانون خلاف

شریعت اسلامی تو نہیں ہے بھیجا جائے گا۔اور اس بارے میں اس سپریم اسلامی نگران کونسل کے ہر مسلک کے علماء کا فیصلہ اس مسلک کے لوگوں کے لئے حتمی اور آخری ہوگا۔اور ایسے قوانین بہت کم ہوں گے جن میں مسلکی اختلاف ہوگا اور جو اس ملک کے لئے ہی نافذ العمل ہوں جیسا کہ آج بھی قانون وراثت جاری ہے اور زکوۃ کے قانون پر عمل ہو رہا ہے۔

پس پاکستان میں قانون شریعت کے صحیح طریقہ سے نفاذ کے لئے سپریم اسلامی نگران کونسل کا قیام اشد ضروری ہے۔اس کے بغیر سب جھوٹے دعوے اور عوام کو بے وقوف بنانے والی باتیں ہیں جیسا کہ اب تک ہوتا رہا ہے۔

مردے از غیب بروں آید وکارے بکند

مغرب کے جمہوری نظام کے بارے میں علامہ اقبال نے جو کچھ لکھا ہے وہ سو فیصد صحیح ہے یہ وہی پرانا ساز ہے جو نئے انداز میں بج رہا ہے اور یہ وہی دیو استبداد ہے جو جمہوری قبا پہن کر ناچ رہا ہے۔یہ آزادی نہیں ہے بلکہ یہ ایک سراب آزادی ہے جس میں انسان بدستور غلامی کی پرفریب زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے جن کو توڑ کر پھینک دینا پاکستان کے عوام کا حق ہے پاکستان کا آئین انہیں لوگوں نے بنایا ہے جو پہلے یونینسٹ تھے، نیشنلسٹ تھے کانگریسی تھے جو بڑے بڑے جاگیردار، نواب اور زمیندار تھے اور مغرب کے جمہوری نظام کے دلدادہ تھے اور تحریک پاکستان کے جذبے سے سراسر نا آشنا تھے لہذا یہ آئین صرف انہیں کے مفادات کی نگرانی کرتا ہے۔اور یہ آئین پاکستانی عوام کی خواہشات ان کے حقوق اور ان کے جذبات و مفادات کا آئینہ دار نہیں ہے اسی لئے اس آئین کے چار دفعہ منسوخ اور معطل ہونے پر عوام نے خوشی کا اظہار کیا مٹھایاں تقسیم کیں اور جشن منایا۔اور پاکستان کے عوام کبھی بھی اس آئین کی معطلی یا منسوخی پر ناخوش اور ناراض نہیں ہوئے۔اور آج تک اس آئین کے تحت منتخب ہو کر آنے والی جتنی اسمبلیاں برخواست کی گئیں وہ سب کی سب بدعنوانی کے الزام میں برخواست ہوئی۔

یہ آئین کئی دفعہ منسوخ اور معطل ہوا اور اس میں ہر کسی نے اپنے مفادات کے

لئے ترامیم کیں ۔لہذا یہ آئین کوئی آسمانی کتاب یا مقدس الٰہی صحیفہ نہیں ہے ۔لہذا پاکستانی عوام کے جذبات و مفادات کا آئینہ دار آئین بنانے کے لئے اس آئین کو ختم کرنا پاکستانی عوام کے ساتھ عین انصاف کی بات ہوگی اور موجودہ آئین تو ہے ہی ایک جاگیردار سول مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا صوبوں کے جاگیرداروں اور تمنداروں کے تعاون سے بنایا ہوا لہذا اس کے منسوخ کرنے میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں ہے ۔لہذا آئین کی منسوخی کا دکھ صرف ان سیاست دانوں کو ہوا جو بدعنوان تھیں کرپٹ تھیں اور جن کو حکومت سے ہاتھ دھونا پڑے اور یہی سیاست دان آئین کی منسوخی کو عوام کی مرضی کے خلاف قرار دیتے رہے گویا ان کی مرضی ہی سارے عوام کی مرضی ہے۔

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا بنایا ہوا سب سے پہلا آئین پاکستان سن 1958ء میں جنرل ایوب خان نے توڑا۔لیبڈو لگا کر تمام سیاست دانوں کو ان کی کرپشن کی کی تصاویر دکھا کر خاموش کردیا اور وہ سب آرام سے گھر میں بیٹھ گئے حسین شہید سہروردی نے کچھ ڈٹنے کی کوشش کی تھی مگر وہ اسی اثناء میں اللہ کو پیارے ہو گئے ۔اب ایوب خان نے اپنے مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے حساب سے آئین بنایا جسے بی.ڈی.سسٹم یا بیسک ڈیموکریسی یا بنیادی جمہوریت کا نام دیا گیا۔گیارہ سال تک حکومت کی اور کبھی ناکام نہیں ہوئے مجھے ان کا وہ الیکشن یاد ہے جو انہوں نے مس فاطمہ جناح کے مقابلہ میں لڑا تھا۔چنیوٹ کا کالج گراؤنڈ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور محترمہ بڑی پر جوش انداز میں تقریر فرما رہی تھیں میرے پاس ہی ایک وکیل جن کا نام خواجہ اعجاز حسین تھا بڑے صاف گو آدمی تھے کہنے لگے کہ ایویں ہی پھدک رہی ہے ووٹر تو سارے تھانے بیٹھے ہیں ان لوگوں میں سے تو کسی کا ووٹ ہی نہیں ہے بہر حال میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آئین منسوخ ہوا۔نیا آئین بنا جو ایوب خان کے اپنے مفادات کو ملحوظ نظر رکھ کر بنایا گیا جسے خود ایوب خان نے بنایا تھا۔پھر ایوب خان کے پروردہ ایوب خان کو انکل کہنے والے جمہور کے ابلیس نے موقع نکالا عوام کو اعلان تاشقند کی برائی کا پرفریب جھانسا دیا۔مگر اعلان تاشقند کی یہ بلی کبھی تھیلے سے باہر نہیں نکلی اور وہ ایوب خان کے خلاف عوام کو بے وقوف بنا کر انقلاب بپا کرنے

میں کامیاب ہوگیا خودسول مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھالا ایوب خان کا بنایا ہوا آئین منسوخ کردیا۔ فوج کے وہ افسران جو دل میں کھٹکتے تھے کھڑے کھڑے برخواست کردیئے جنرل گل حسن برخواست، فلاں جنرل برخواست، فلاں جنرل برخواست۔ میں کوئی خویش پروری نہیں کروں گا لیکن میرا چچازاد بھائی ممتاز بھٹو چونکہ اس کی استعداد اور صلاحیت رکھتا ہے لہذا میں اس کو اپنی کابینہ میں وزیر بناتا ہوں۔ بہرحال ایوب خان کا بنایا ہوا آئین منسوخ کردیا گیا اور ایک سول مارشل لا ایڈمنسٹریٹر نے صوبوں کے جاگیرداروں سے مل کر موجودہ آئین بنایا جو خود ان کے ہی مفادات کا ترجمان اور آئینہ دار ہے۔ بہرحال پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا بنایا ہوا آئین ایوب خان نے منسوخ کیا۔ ایوب خان کا بنایا ہوا آئین ایوب خان کو انکل کہنے والے ذوالفقار علی بھٹو نے منسوخ کیا۔ اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ سارے ہی سیاست دان فوجی حکمرانوں کو آمر کہہ کر ان کی مذمت کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت سارے ہی سیاستدان فوج کے کاندھے پر سوار ہوکر برسراقتدار آئے بھارت نے ایک ہی سال میں اپنا آئین بنا کر اپنے ملک کے جمہوریہ ہونے کا اعلان کردیا لیکن پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے اراکین دس سال تک آپس میں ہی لڑتے رہے اور جب 1956ء میں آئین بنالیا تو اس کے بعد جو سب سے پہلی حکومت بنی اس میں جنرل محمد ایوب خان کو وزیر دفاع بنایا گیا جنرل محمد ایوب خان سن 1953 سے ان سیاستدانوں کا حال کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے ہر تیسرے مہینے ملک کا وزیراعظم تبدیل ہوجاتا تھا اور جو بھی وزیراعظم بنتا تھا اس کی تھوڑے ہی عرصہ بعد کرسی سے ٹانگ کھینچ لی جاتی تھی یہاں تک کہ بھارتی وزیراعظم نے کہا کہ اتنی جلدی میں تو میں اپنی دھوتی بھی نہیں بدلتا جتنی جلدی پاکستان کا وزیراعظم بدل جاتا ہے۔ ان حالات میں جنرل محمد ایوب خاں انقلاب لے آئے اور تمام سیاستدانوں کو ان کی کرپشن کے کچھے چٹھے دکھا کر ایبڈو کا قانون نافذ کردیا یعنی جو سیاستدان سیاست چھوڑ کر دس سال کے لئے سیاست سے توبہ کرلے تو اسے معاف کردیا جائیگا ورنہ سزا کے لئے تیار ہوجائے چنانچہ سارے ہی سیاستدان دس سال کے لئے گھر میں بیٹھ گئے۔ پیپلز پارٹی کے بانی اور جمہوریت کے چیمپین ایوب حکومت میں وزیر خارجہ بنائے گئے یہ جنرل ایوب کو انکل کہا کرتے تھے لیکن

اعلان تاشقند کے بعد ذوالفقار علی بھٹو نے ایوب خان کے خلاف بغاوت کر دی اور عوام کا اعلان تاشقند کا جھر لودکھا کر بےوقوف بنایا کیونکہ اعلان تاشقند کی وہ بلی آج تک تھیلے سے باہر نہیں آئی۔مگر ذوالفقار علی بھٹو کی تحریک یا بغاوت کے نتیجہ میں جنرل یحییٰ خان نے ایوب خان کا تختہ الٹ دیا اور اس نے اندر میعاد انتہائی منصفانہ اور صاف و شفاف انتخابات کرائے۔لیکن ہوس اقتدار نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ صدر انہیں ہی رکھا جائے۔ادھر مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کثرت کے ساتھ کامیاب ہوگئی اور مغربی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کی پیپلز پارٹی کامیاب ہوئی لیکن قومی اسمبلی میں مجموعی طور پر اقلیت میں رہی۔جمہوری اصول کے مطابق عوامی لیگ کو حکومت بنانے کا حق تھا لیکن ذوالفقار علی بھٹو نے کہا ادھر تم ادھر ہم اور جو شخص بھی قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے ڈھا کہ جائے گا میں اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا یحییٰ خان اپنی صدارت کا خواب دیکھ رہا تھا لہذا یحییٰ خان کو ہاتھ میں لے کر مشرقی پاکستان پر حملہ کرا دیا گیا جو شکست پر منتج ہوا اور مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ادھر شکست کے نتیجہ میں جنرل گل حسن نے یحییٰ خان کا تختہ الٹ دیا اور خود چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بننے کے بجائے ذوالفقار علی بھٹو کو چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بنا دیا اور یہ دنیا جہاں میں پہلا سول چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تھا۔انہوں نے مارشل لاء ریگولیشن نمبر 115 نافذ کر کے حکومت شروع کر دی۔پھر جنرل گل حسن کو برخواست کر کے اپنی صدارت کا اعلان کر دیا اور اپنی صدارت میں یہاں کے صوبوں کے جاگیرداروں بڑے بڑے زمینداروں اور سرمایہ داروں کے تعاون سے 1973ء کا آئین بنایا جسے آج انتہائی مقدس سمجھا لیا گیا ہے جس کے مقابلہ میں قرآن اور خدائی احکام کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا تختہ جنرل ضیاءالحق نے الٹا اور 1973 کا آئین منسوخ کر دیا پھر جنرل ضیاءالحق کی ہدایت کے مطابق فوجی افسران نے آئی جے آئی بنائی اور اس طرح میاں نواز شریف وزارت عظمیٰ کا تاج پہن کر فوج کے کاندھے پر بیٹھ کر برسر اقتدار آگئے ذوالفقار علی بھٹو تو جنرل ایوب کو انکل کہا کرتے تھے مگر میاں نواز شریف ضیاءالحق کے ایسے برخوردار تھے کہ جنرل ضیاءالحق یہ کہا کرتے تھے کہ خدا میری عمر بھی نواز شریف کو دے دے۔چنانچہ ان کی عمر نواز شریف کو مل گئی اور ملک

الموت نے انہیں آسمان وزمین کے درمیان سے اچک لیا۔غرض پیپلز پارٹی اور میاں نوازشریف کی حکومتیں فوج کے کاندھے پر بیٹھ کرآئیں اور جب جنرل پرویز مشرف نے میاں نوازشریف کا تختہ الٹاتو میاں نوازشریف معافی معافی مانگ کر سعودی عرب چلے گئے اور جنرل پرویز مشرف نے صدر بن کر انتخابات کرائے اور ق لیگ جنرل پرویز مشرف کے کاندھے پر بیٹھ کرآئی اور حکمرانی کے مزے لوٹتی رہی اور تمام فوجی حکمرانوں کو ان سیاستدانوں نے ہی سپورٹ کیا ان فوجی حکمرانوں نے انتخابات بھی کرائے اسمبلیاں بھی بنی ،عوام کے نمائندے قومی اسمبلی میں پہنچے ، پارلیمینٹیں بنیں اور یہ قومی اسمبلیاں ہی ان فوجی آمروں کی تائید کرتی رہیں۔

مختصر یہ کہ سارے ہی سیاست دان فوج کے کاندھے پر بیٹھ کر برسر اقتدار آئے اور سب نے ہی اقتدار کے مزے اس طرح لوٹے کے کرپشن کی حد کردی اور لوٹ مار کرنے میں سیاستدان فوج سے بڑھ کر رہے اور فوجی آمر تو تھے ہی آزاد جہاں تک ان سے ہو سکا وہ انہوں نے کیا اور پاکستانی عوام ان دونوں پاٹوں کے درمیان پستے رہے۔لہذا پاکستانی عوام کو ان دونوں پاٹوں کے درمیان پسنے سے بچانے کے لئے ایک نئے آئین کی ضرورت ہے جو عوام کے مفادات کا نگران ہو۔مگر وہ کون ہے جو عوام کے مفادات کا نگران آئین بنا سکے اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند" کوئی آدمی غیب سے ظاہر ہو اور یہ کام انجام دے اور پاکستان کے لیے یہ حکم نافذ کردے کہ اب پاکستان صرف پاکستان ہوگا۔یہاں وحدانی طرز کی اسلامی حکومت ہوگی صوبوں کا وجود ختم ،سینٹ کا ادارہ ختم ، پاکستان کا آئین اسلامی شریعت کے مطابق ہوگا اسلامی شریعت کو بالادستی حاصل ہوگی جس کی نگرانی سپریم اسلامی نگران کونسل کرے گی۔قومی اسمبلی قانون سازی کرے گی اور قومی اسمبلی کا کوئی بھی رکن صرف اسی صورت میں قومی اسمبلی میں جانے کا اہل سمجھا جائے گا جب وہ قومی اسمبلی کا الیکشن لڑنے سے پہلے یہ بیان حلفی داخل کرے کہ وہ پاکستان کے لئے وحدانی طرز حکومت کا حامی ہے اور پاکستان کی قومی اسمبلی کا کوئی بھی ممبر ایسا نہیں ہوگا جو پاکستان کے لئے وحدانی حکومت کا حامی نہ ہو۔اس صورت کے علاوہ اور

کوئی صورت نہیں ہے کے عوام کے مفادات کا نگران آئین بن سکے لہذا عوام کو جو کچھ ملا ہے وہ سراب آزادی ہے اور پاکستانی عوام بدستور غلامی کی پر فریب زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں جنہیں توڑ کر پھینک دینا پاکستانی عوام کا حق ہے۔

تمت بالخیر

سید محمد حسین زیدی برستی